اختلاف سلسلہ احمدیہ

تقابلی جائزہ

➢ جماعت احمدیہ ربوہ

و

➢ جماعت احمدیہ لاہور

تالیف

عامر عزیز (الازہری) بن عبد العزیز

احمدیہ انجمن لاہور

www.ahmadiyya.org

صرف احباب جماعت احمدیہ لاہور کے لیے

اختلافِ سلسلہ احمدیہ

عامر عزیز الازہری

احمدیہ انجمن لاہور

Ahmadiyya Anjuman Lahore Publications, U.K.
15 Stanley Avenue, Wembley, U.K. HAO 4JQ

Copyright © 2011 Ahmadiyya Anjuman Lahore

All Rights Reserved

Ikhtilaaf-i-Silsila-i-Ahmadiyya by Amir Aziz

Website : www.aaiil.org

نام کتاب : اختلاف سلسلہ احمدیہ

مصنف : عامر عزیز الازہری

اس کتاب کی طباعت کے تمام اخراجات

فاروقی سلیمہ ٹرسٹ

نے ادا کیے

(غیر کاروباری مقاصد کے لیے)

ISBN: 978-1-906109-19-6

انتساب

ان تمام سعید روحوں کے نام

جنہوں نے حق کو تلاش کیا اور اس کو پالیا

پیش لفظ

یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ دنیا میں کسی کو ثبات نہیں۔ ہر ذی روح نے عدم کو لوٹنا ہے، سوائے رب العالمین کی ذات کے جو بے عیب بھی ہے اور لافانی بھی۔ کائنات کا نظام اس بات کا شاہد ہے کہ دنیا میں فرد اور ذات کی کوئی حیثیت نہیں۔ اگر کوئی چیز لافانی اور لازوال ہے تو وہ سچائی ہے، صرف مکمل سچائی۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اس سچائی کو، اس حق کو وقتی طور پر پوشیدہ رکھنے کی کوشش تو کی جاسکتی ہے مگر سچائی کو معدوم نہیں کیا جاسکتا۔ اس لیے ہر انسان کا فرض ہے کہ وہ اس حقیقی سچائی کو جانے اور اس تک پہنچنے کی سعی کرتا رہے کہ یہی انسانی زندگی کا حصول ہے۔

دنیا میں اگر کوئی اٹل اور حقیقی سچائی ہے تو وہ صرف اللہ کی ذات ہے اور اللہ کی ذات تک پہنچنے کا ایک ہی راستہ ہے وہ ہے "دین اسلام" اور خدا کی آخری کتاب "قرآن مجید"۔ خدا تعالیٰ نے انسان کی کامیابی اللہ اور اس کے رسول کریم ﷺ کی کامل فرمانبرداری سے منسلک کی ہے اور اس میں کوئی شک بھی نہیں کہ کامیابی کا اصل راز اللہ اور اس کے رسول کریم ﷺ کی مکمل فرمانبرداری میں ہے۔

موجودہ صدی میں دنیائے مذہب میں جدید نظریات کی حامل تحریک احمدیہ کا بنیادی مقصد بھی یہی ہے کہ خدا کے حقیقی پیغام کو دنیا کے سامنے پیش کیا جائے اور انسانیت کو توحید خداوندی کا سبق پہنچا دیا جائے۔ اور یہ کام تحریک احمدیہ کے بانی اور بعد ازاں اس کام کی اصل جانشین جماعت احمدیہ لاہور نے ایسا کر کے دکھایا کہ ایک عالم اس کا معترف ہے۔

جماعت احمدیہ لاہور نے خدا کے پیغام کو دنیا کے کناروں تک پہنچانے کے لیے وہ عظیم الشان ادبی اور علمی کام کیا ہے کہ اس کی مثال شاید ہی کہیں ملے۔

مگر تحریک احمدیہ کو اس وقت شدید دھچکا لگا جب یہ دو حصوں میں تقسیم ہوگئی۔ ایک گروہ کو اس کتاب میں جماعت احمدیہ ربوہ اور دوسرے کو جماعت احمدیہ لاہور سے موسوم کیا گیا ہے۔ اس کتاب میں ان امور پر بحث کی گئی ہے جو جماعت احمدیہ میں اختلاف کا باعث ہیں اور جن وجوہات کی بنا پر جماعت احمدیہ لاہور جو کہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور سے جانی جاتی ہے، کی بنیاد پڑی۔

ان دونوں جماعتوں میں اختلاف سے جہاں اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے عظیم الشان مقصد کو نقصان پہنچا وہیں بانی تحریک احمدیہ کی تعلیمات اور دعاوی کے بارے میں عوام الناس کے قلوب واذہان میں شکوک وشبہات نے جنم لیا۔ اس طرح ایک عظیم الشان علمی، فکری، عملی اور جدید نظریات کی حامل جماعت جس سے امت مسلمہ کے اکابرین کو بڑی امیدیں وابستہ تھیں اس کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا۔

لہٰذا یہ ہر فرد کا فرض ہے کہ وہ ان اختلافات کی وجوہات کو جانے اور دیکھے کہ حق کیا ہے اور سچ کیا۔

میں حضرت امیر محترم ڈاکٹر عبدالکریم سعید پاشا صاحب کا ممنون احسان ہوں کہ ان کی حوصلہ افزائی، راہنمائی اور مسلسل ترغیب نے اس کتاب کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں میری مدد فرمائی۔

عامر عزیز الازہری بن عبدالعزیز

فہرست

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
1	پیش لفظ	1

باب اول:

3	اعتقادات، وجوہات اور واقعات	1

باب دوم:

21	تکفیر المسلمین ایک خطرناک فتنہ ایک ناقابل تلافی غلطی	1
23	عقائد حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؒ	2
34	جماعت احمدیہ لاہور کا مؤقف۔ بابت تکفیر المسلمین	3

باب سوم:

39	ختم نبوت کا منکر کافر۔۔۔ دائرہ اسلام سے خارج	1
40	جماعت احمدیہ لاہور کا عقیدہ	2
41	مرزا محمود احمد مرحوم کا عقیدہ	3
44	اول نکتہ	4
45	دوم نکتہ	5
48	جماعت احمدیہ لاہور کا مؤقف	6
49	جماعت ربوہ کے دلائل پر بحث	7
50	دوسری دلیل	8
71	نفس مضمون کتاب ”ایک غلطی کا ازالہ“	9

باب چہارم:

73	اسمہ احمد کی پیشگوئی کا اصل مصداق کون؟ ایک مغالطہ یا دھوکا دہی	1
75	اسمہ احمد کی پیشگوئی کا مصداق حضرت مرزا صاحب نہیں ہیں	2
75	حضرت مولانا نورالدینؓ کی رائے: آپ کا نام احمد نہیں بلکہ غلام احمد ہے	3

صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار
	باب پنجم:	
80	خلافت: ایک معمہ نہ سمجھنے کا نہ سمجھانے کا،وہ رونا جو مدتوں بعد رویا گیا	1
84	انتخاب خلافت مرزا محمود احمد مرحوم	2
87	مولوی محمد علی صاحب اور ان کے ساتھیوں سے گفتگو	3
89	خلیفہ کا انتخاب	4
92	مرزا ناصر احمد مرحوم کا انتخاب	5
93	مرزا طاہر احمد مرحوم کا انتخاب	6
98	مکرم و محترم مرزا مسرور احمد صاحب کا انتخاب	7
99	انتخاب خلافت کے لیے قوانین	8
100	مرزا محمود احمد مرحوم کے دور کی جھلک مرزا طاہر احمد مرحوم کی زبانی	9
	باب ششم:	
105	چند اہم واقعات ، تاریخ کی گواہی	1
106	پہلا واقعہ	2
111	دوسرا واقعہ	3
112	سفر حج میں مرزا محمود مرحوم کا طرز عمل	4
119	تیسرا واقعہ	5
123	چوتھا واقعہ: سید محمد احسن امروہیؓ کی شہادت حقہ	6
125	ضروری اعلان	7
	باب ہفتم:	
130	پیشگوئی مصلح موعود کا مصداق کون؟ایک مغالطہ	1
132	بشیر اوّل	2
134	مرزا مبارک احمد	3
140	اپیل	4
142	مراجعات	5

بابِ اوّل

- ❀ اعتقادات
- ❀ وجوہات اور
- ❀ واقعات

یہ ایک کائناتی سچائی ہے کہ جب سے دنیا وجود میں آئی ہے اس میں تعمیر و تخریب کا عمل جاری ہے۔ اس دنیا کی خوبصورتی اسی سے قائم ودائم ہے جو لوگ تعمیر کے دلدادہ اور اعلیٰ مقاصد کے حصول کے لیے کوشاں رہتے ہیں، تعمیری سوچ، تعمیری نظریات، تعمیری تصورات اور تعمیری افعال ان کا مطمع نظر ہوتے ہیں ان لوگوں کا واحد مقصد انسانوں کی فلاح و بہبود اور ان کی اصلاح ہوتی ہے۔ مگر تخریب، منفی رجحانات، انسان پرستی، اندھی تقلید اور انسانوں کو ذہنی اور فکری طور پر غلام بنانے کی خواہش اس دنیا میں سوائے بربادی، یاس، غم، حزن اور تکلیف کے کچھ نہیں لاتی۔

مذہب کی تاریخ بھی اسی طرح تعمیر و تخریب کا آمیزہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی اصلاح کے لیے رشد وہدایت کا سلسلہ اپنے انبیاء کرام علیہم السلام کے ذریعہ جاری کیا۔ حضرت آدم علیہ السلام سے سلسلہ وحی نبوت و شریعت خداوندی کا آغاز ہوا تاکہ نسل انسانی کی اصلاح ہو سکے اور وہ خدا کے قانون کے مطابق زندگی بسر کرے۔ مگر تخریب کا عمل اس کے ساتھ ہی شروع ہو گیا اور آدم کو شیطان مردود نے بہکا کر یہ واضح کر دیا کہ خیر وشر اور اصلاح وفساد انسانی تاریخ کا حصہ رہیں گے۔ مگر خدا تعالیٰ کی آخری کتاب اور آخری قانون قرآن مجید نے بڑی وضاحت سے بیان کر دیا کہ:

﴿لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۣ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَ يُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۤ لَا انْفِصَامَ لَهَا ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿٢٥٦﴾﴾ [سورة البقرة: 256]

ترجمہ. ”دین میں کوئی زبردستی (منوانا) نہیں ہدایت (کی راہ)

گمراہی سے واضح ہو چکی ہے۔ پس جو شخص شیطان کا انکار کرتا ہے اور
اللہ پر ایمان لاتا ہے اس نے ایک محکم جائے گرفت کو مضبوط پکڑ لیا جو
ٹوٹنے والی نہیں اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔"

یہ آیتِ قرآنی صراحت سے بیان کرتی ہے کہ حق و باطل میں تمیز خدا نے خود کر دی ہے۔ خیر و شر کا قانون کائنات میں واضح ہے۔ اب یہ ہر انسان کا فرض ہے کہ وہ حق کی تلاش کرے اور باطل سے اپنا دامن چھڑائے کیونکہ باطل محض انسانوں کو اندھیرے اور ظلمت میں لے جاتا ہے جیسے کہ خداوند کریم فرماتا ہے:

﴿اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۙ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ڛ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓــــُٔـهُمُ الطَّاغُوْتُ ۙ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ٢٥٧﴾

[سورة البقرة: 257]

ترجمہ: "اللہ ان لوگوں کا ولی ہے جو ایمان لائے۔ وہ ان کو سخت اندھیرے سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے۔ اور جو کافر ہیں ان کے ولی شیطان ہیں وہ انہیں روشنی سے نکال کر اندھیرے کی طرف لے جاتے ہیں یہ آگ والے ہیں وہ ہمیشہ اسی میں رہیں گے۔"

خدا تعالیٰ تو انسان کو روشنی، علم اور سچائی کی طرف بلاتا ہے اسی لیے اس نے اصلاح انسان کے لیے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام علیہم السلام کو بطور حجت بھیجا اور تمام انبیاء کو اپنی وحی کی روشنی سے منور کیا تاکہ وہ خدا کا پیغام انسانوں کو پہنچا سکیں۔ اس سلسلہ کی آخری حجت، آخری پیغام، آخری شریعت، آخری کتاب، آخری دین اور آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا تاکہ وہ خدا کا یہ عظیم الشان

پیغام انسانیت کو سنائیں کہ:

﴿اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ وَاَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ وَرَضِیۡتُ لَکُمُ الۡاِسۡلَامَ دِیۡنًا ؕ فَمَنِ اضۡطُرَّ فِیۡ مَخۡمَصَۃٍ غَیۡرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثۡمٍ ۙ فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۳﴾﴾

[سورة المائدة: 3]

ترجمہ: ”آج میں نے تمہارا دین تمہارے لیے کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت کو پورا کر دیا اور تمہارا دین اسلام ہونے پر میں راضی ہوا۔ پھر جو شخص بھوک سے مجبور ہو جائے گناہ کی طرف جھکنے والا نہ ہو تو اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔“

حضرت نبی کریم ﷺ نے تعمیر انسانیت، اور اصلاح فرد و ملت کا عظیم الشان مشن شروع کیا تو آزمائشوں، تکلیفوں اور مصائب و شدائد کے پہاڑوں سے گزرنا پڑا۔ مگر آنحضرت ﷺ نے یہ معجزہ کر دکھایا کہ انسانوں کی اصلاح ممکن ہے اگر دل اور نیت صاف ہو۔ آنحضرت ﷺ نے تو اپنا کام کر دکھایا اور اصلاح کی ایک عظیم الشان عمارت کھڑی کر دی۔ مگر چونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت میں کمزوری اور ضعف رکھا ہے جیسے کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿یُرِیۡدُ اللّٰہُ اَنۡ یُّخَفِّفَ عَنۡکُمۡ ۚ وَخُلِقَ الۡاِنۡسَانُ ضَعِیۡفًا ﴿۲۸﴾﴾

[سورة النسآء: 28]

ترجمہ: ”اللہ چاہتا ہے کہ تم سے (بوجھ) ہلکا کر دے اور انسان کمزور پیدا ہوا ہے۔“

اسی بشریت کے عین تقاضے کے ماتحت آنحضرت ﷺ کے وصال کے ساتھ ہی امت میں ایک معمولی اختلاف نظر آیا کہ آنحضرت ﷺ کے بعد زمام خلافت کس کے ہاتھ میں جائے۔ مگر چونکہ اس وقت کبار صحابہ آنحضرت ﷺ کی قوت

قدسی سے فیضیاب ہوئے تھے۔ اس لیے معاملہ سنبھل گیا اور رسول کریم ﷺ کے یار غار جن کے بارے میں قرآن مجید فرماتا ہے:

﴿ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا﴾

[التوبہ۔40]

ترجمہ: ”وہ دو میں سے دوسرا تھا جب وہ دونوں غار میں تھے جب اس نے اپنے رفیق کو کہا غمگین نہ ہو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔“

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا انتخاب ہو گیا اور امت مسلمہ رسول کریم ﷺ کی وفات کے فوراً بعد تفرقہ اور اختلاف سے بچ گئی۔ مگر چند سالوں کے اندر اندر یہ جمعیت ختم ہو گئی۔ اختلاف اس حد تک بڑھ گیا کہ خون مسلم ارزاں ہو گیا۔

مسلمانوں کی فوجیں آمنے سامنے کھڑی ہو گئیں۔ نواسہ رسول ﷺ شہید ہو گئے۔ اس طرح امت کے اختلاف سے دین اسلام کو نا قابل تلافی نقصان پہنچا اور ملت اسلامیہ کا شیرازہ بکھر گیا۔

اس کا سب سے دلچسپ پہلو یہ ہے کہ اگرچہ اختلاف نے امت کو چھانٹ ڈالا مگر کہیں بھی یہ نہیں نظر آتا کہ نعوذ باللہ دین اسلام کی بنیادی تعلیمات میں کوئی نقص تھا یا کہ دین کے اصولوں میں کوئی کمی تھی بلکہ اس کے برعکس ہمیں یہ نظر آتا ہے کہ ان اختلافات کی وجہ انسان کا فطرتی طور پر کمزور ہونا انسان کا تکبر، انسان کی کم فہمی، کج بحثی اور انسان کی ذاتی اغراض اور نفسانی خواہشات تھیں۔

حضرت نبی کریم ﷺ کی ہستی اس لحاظ سے منفرد ترین ہستی ہے کہ آپؐ کو خدا تعالیٰ نے اپنی آخری کتاب کے ساتھ مبعوث فرمایا اور آپؐ پر ہر طرح کی نبوت کا اختتام کر دیا۔ اور آپؐ کی آمد کے ساتھ ہی سلسلہ وحی نبوت ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بند کر دیا گیا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا﴾

[الاحزاب-40]

ترجمہ: ”محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔“

پھر اسی آیت کی تفسیر اور اس کی تشریح آنحضرت ﷺ نے خود ان واضح الفاظ میں فرمائی:

"لَا نَبِيَّ بَعْدِی".

ترجمہ: ”میرے بعد کوئی نبی نہیں۔“

آپؐ نے اس جگہ لا نفی جنس استعمال کرکے نبوت کے قطعی خاتمیت کا اعلان فرمایا اور کسی بھی نئے یا پرانے نبی کے آنے کے احتمال کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا۔ مگر اصلاح کا عمل جاری وساری رہنا ضروری تھا اور ضروری ہے۔ کیونکہ بغیر اصلاح اور لوگوں کو دین حق کی طرف بلانے کے کوئی اور فلاح کا راستہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں میں اس سلسلے میں یہ انتظام فرمایا:

﴿وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝١٠٤﴾ [آل عمران: 104]

ترجمہ: ”اور چاہیے کہ تم میں سے ایک جماعت ہو جو بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھے کاموں کا حکم دیں اور برے کاموں سے روکیں اور وہی کامیاب ہونے والے ہیں۔“

اسی طرح حضرت رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

"إِنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ لِهٰذِهِ الأُمَّةِ عَلَى رَأْسِ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَنْ يُجَدِّدُ

لَهَا دِينَهَا". [1]

ترجمہ: ''بے شک اللہ تعالیٰ اس امت میں ہر صدی کے سر پر (مجدد) مبعوث فرمائے گا جو کہ اس کے لیے اس کے دین کی تجدید کرے گا۔''

اور ساتھ ہی ساتھ آپؐ نے یہ ذمہ داری علما کرام پر ڈالی کہ وہ اس اصلاح کے عظیم فریضہ کو نبھائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"عُلَمَاءِ اُمِّتِي كَاَنبِيَاءِ بَنِي اِسرَائِيلَ."

ترجمہ: ''میری امت کے علما بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہوں گے۔''

یعنی وہ علما کرام جو اللہ اور اس کے رسول کریمؐ کی پیروی کریں گے اور اپنے آپ کو احکام خداوندی کے سپرد کر دیں گے اور ان کی زندگی اس بات کی گواہی دے گی کہ:

﴿قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْيَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝١٦٢﴾

[الانعام۔ 162]

ترجمہ: ''کہہ میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ کے لیے ہے۔ جو جہانوں کا رب ہے۔''

ایسے علما کرام انبیاء کے وارث ہوں گے اور انبیاء کی وراثت اصلاح نفوس اور اصلاح معاشرہ ہوتی ہے۔ لہٰذا اصلاح کا کام یا تو مجددین کے ذمہ ہو گا یا پھر علماء ربانی اس بوجھ کو اٹھانے والے ہوں گے۔

یہاں یہ امر قابل غور ہے کہ امت محمدیہ میں چودہ سو سال سے ایسے پاک ربانی نفوس خدا تعالیٰ اس امت میں مبعوث فرماتا رہا ہے جو کہ امت کی اصلاح کا عظیم کارنامہ وقتاً فوقتاً سرانجام دیتے رہے ہیں۔ مجددین، معلمین، محدثین اور اولیاء کرام اس امت کی آبیاری کرتے رہے اور ہر وقت کے تقاضوں کے مطابق اصلاح کا

1– سنن ابوداؤد، صفحہ ۲۳۳

فریضہ نبھاتے رہے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ تک جتنے بھی محدثین و مجددین آئے انہوں نے کما حقہ یہ فریضہ نبھایا۔

چودھویں صدی میں مرزا غلام احمدؑ قادیانی نے خدا تعالیٰ کی طرف سے الہام پاکر اس صدی کا مجدد و محدث ہونے کا دعویٰ کیا اور اصلاح کا عظیم کام شروع کیا۔ آپؑ کے سامنے سب سے بڑا چیلنج عیسائیت کے مقابلے میں دفاع اسلام تھا۔ آپؑ نے اس فریضہ کو اس احسن انداز میں نبھایا کہ دشمن بھی اس کا اعتراف کیے بغیر نہیں رہ سکے۔ اسی طرح آپ نے آریہ سماج کے خلاف اسلام اور بانی اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع کا عظیم بیڑا اٹھایا اور دشمن کو شکست سے دوچار کیا اور دوست دشمن ہر ایک نے اقرار کیا کہ آپ ہی اس زمانے کے مصلح، مجدد اور محدث ہیں۔

اس سلسلے میں ماضی کی تو بے شمار مثالیں دی جاسکتی ہیں۔ مگر حال میں محترم ڈاکٹر شاہد مسعود صاحب کے ARY چینل کے پروگرام میں محترم ڈاکٹر اسرار احمد مرحوم و مغفور، پروفیسر مہدی حسن صاحب اور دیگر احباب کے خیالات سے تاریخ کی اصل صورت سامنے آتی ہے۔ (1)

حضرت مرزا صاحب نے جہاں بذات خود یہ مشکل ترین کام اپنے ذمے لیا وہاں آپ نے ایک جماعت تیار کی جس کا مقصد اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لیے اپنا سب کچھ قربان کرنا تھا۔

اگر ہم حضرت مرزا صاحب کی تحریک اور اس کے مقاصد کو سامنے رکھیں تو ہمیں تسلیم کرنا پڑے گا کہ اس تحریک کے بنیادی چیدہ چیدہ اصول مندرجہ ذیل تھے۔

1. امت مسلمہ کا باہمی اتفاق و اتحاد۔

1- اس پروگرام کو یوٹیوب (YouTube) پر بھی دیکھا اور سنا جاسکتا ہے۔

2. جدید علمی نظریات کو اسلام کی روشنی میں پرکھنا اور انہیں اسلام کے مطابق بیان کرنا۔
3. اسلام کے خلاف اٹھنے والے اعتراضات اور تحریکات سے علمی و فکری انداز میں مقابلہ کرنا۔
4. اسلام کی تعلیم کو اجتہاد کے ذریعہ نئی زندگی دینا اور دنیا کے مختلف ممالک میں اس کی اشاعت کرنا۔
5. حضرت محمد مصطفی ﷺ خاتم الانبیاء کی سیرت طیبہ و ذات مقدسہ و مطہرہ پر لگائے جانے والے الزامات و اعتراضات کا دفاع کرنا۔
6. قرآن مجید کی آفاقی تعلیم کو لوگوں کے دلوں میں اتارنا۔
7. تعلیم و تربیت کے ذریعہ فرد واحد کے نفس کی اصلاح اور امت مسلمہ کی راہنمائی کرنا۔
8. جدید تعلیم یافتہ مسلمانوں کو دین کی خدمت کے لیے تیار کرنا۔
9. دین کو ہر حال میں دنیا پر مقدم کرنا۔
10. مخلوق خدا سے ہمدردی اور خدمت خلق کا جذبہ پیدا کرنا اور جرم و گناہ اور نفسانی خواہشات سے انسانوں کو نجات دلانا۔

جب حضرت مرزا صاحب 26 مئی 1908ء کو اس جہان فانی سے رخصت ہوئے تو اس وقت آپ کی تیار کردہ جماعت کی علمی، عملی اور فکری حالت کا اندازہ علامہ اقبال کے اس ایک فقرہ سے لگایا جا سکتا ہے:

> ”موجودہ ہندی مسلمانوں میں اگر کسی نے ٹھیٹھ سیرت اسلامی کا نمونہ دیکھنا ہو تو قادیان میں جا کر دیکھ لے۔“ (1)

آپ کی وفات کے بعد تمام جماعت نے متفقہ طور پر حضرت مولانا نورالدینؓ

1- ٹی وی پروگرام ARY ڈاکٹر اسرار احمد

کو آپ کا جانشین و خلیفہ چنا۔ ان کے انتخاب کے وقت ان کے تقویٰ، علم، عمل، حکمت، دانشمندی اور ان کی قربانیوں کو سامنے رکھا گیا۔ آپ سے بہتر اس وقت کوئی شخص اس منصب کے لائق نہ تھا۔ آپ مجدد وقت کی بنائی ہوئی جانشین انجمن کے صدر و خلیفہ مقرر ہوئے۔ آپ خود فرماتے ہیں:

"حضرت صاحب کی تصنیف میں معرفت کا ایک نکتہ ہے وہ میں تمہیں کھول کر سناتا ہوں۔ جس کو خلیفہ بنانا تھا اس کا معاملہ تو خدا کے سپرد کر دیا اور ادھر چودہ اشخاص کو فرمایا کہ تم بحیثیت مجموعی خلیفۃ المسیح ہو۔ تمہارا فیصلہ قطعی فیصلہ ہے اور گورنمنٹ کے نزدیک بھی وہی قطعی ہے۔ پھر ان چودہ کے چودہ کو باندھ کر ایک شخص کے ہاتھ پر بیعت کرادی کہ اسے خلیفہ مانو اور اس طرح تمہیں اکٹھا کر دیا۔ پھر نہ صرف چودہ کا بلکہ تمام قوم کا میری خلافت پر اجماع ہو گیا۔ اب جو اجماع کا خلاف کرنے والا ہے وہ خدا کا مخالف ہے۔

میں نے الوصیت کو خوب پڑھا ہے۔ واقعی چودہ آدمیوں کو خلیفۃ المسیح قرار دیا ہے اور ان کی کثرت رائے کے فیصلہ کو قطعی فرمایا۔ اب دیکھو کہ انہی متقیوں نے جن کو حضرت صاحب نے اپنی خلافت کے لیے منتخب فرمایا اپنی تقویٰ کی رائے سے، اپنی اجماعی رائے سے ایک شخص کو اپنا خلیفہ و امیر مقرر کیا اور پھر نہ صرف خود بلکہ ہزارہا ہزار لوگوں کو اس کشتی پر چڑھایا جس پر خود سوار ہوئے۔" [1]

حضرت مولانا نورالدینؒ کے دور میں اشاعت اسلام کا عظیم الشان کام پایہ تکمیل کو پہنچا اور آپ کے دور میں قادیان تمام مسلمانوں کے لیے امید اور روشنی کا مقام تھا۔ آپ کے دور میں جماعت احمدیہ کو وسعت ملی اور آپ ہی کے دور میں حضرت خواجہ کمال الدینؒ نے انگلستان میں پہلے اسلامی مشن ووکنگ کا آغاز کیا اور

1- خطبات نور، صفحہ 419

مغرب میں رہنے والوں کے لیے اسلام کی شمع جلائی۔

دوسری طرف بدقسمتی سے آپ کے دور میں ہی جماعت احمدیہ میں تقسیم کا عمل شروع ہو گیا تھا۔ جس میں آپ کی ذات اور آپ کا گھرانہ کسی انداز میں بھی ملوث نہ تھا۔ میرے نزدیک آپ کی سب سے بڑی کامیابی یہ تھی کہ آپ نے اپنی زندگی میں جماعت احمدیہ میں پھوٹ نہ پڑنے دی۔ یہ محض ان کے تقویٰ اور ان کی قوت قدسی کا کمال تھا۔ ان کے دور میں جماعت احمدیہ میں اختلافات کی وجوہات اور اسباب پر بھی ایک مکمل باب اس کتاب میں شامل کیا جا رہا ہے تا کہ قارئین کو فیصلہ کرنے میں آسانی رہے کہ اصل ماجرا کیا ہے۔

آپ 1914ء کو اس جہان فانی سے رخصت ہو گئے۔ بظاہر یہاں سے تحریک احمدیہ میں اختلاف کی کہانی شروع ہوتی ہے۔ مگر درحقیقت اس اختلاف کی بنیاد جماعت احمدیہ میں اس وقت رکھ دی گئی تھی جب مرزا محمود احمد مرحوم نے رسالہ تشحیذ الاذہان میں ایک مضمون "مسلمان وہ ہے جو سب ماموروں کو مانے" تحریر کیا۔ اس مضمون نے بلکہ اس مضمون کے عنوان نے ہی جماعت احمدیہ کے اکابرین اور خود حضرت مولانا نورالدینؓ کو ہلا کر رکھ دیا۔ اس مضمون سے تمام اہل شعور اور عمیق نظر رکھنے والے افراد نے ایک بڑے فتنے کا اٹھنے والا دھواں دیکھ لیا تھا۔ وہ لوگ جو علم رکھتے انہوں نے اس مضمون کے مندرجات سے جان لیا تھا کہ یہ کوئی معمولی دھواں نہیں اٹھا۔ اس کے پیچھے ایک طوفان آئے گا اور وہ سب کچھ بہا لے جائے گا۔ یہ خطرہ خود حضرت مولانا نورالدینؓ نے بھی محسوس کر لیا تھا۔ اس لیے اس فتنے کے تدارک کے لیے آپ نے حضرت مرزا غلام احمدؒ کے سب سے معتمد ساتھی حضرت مولانا محمد علیؒ کو بلایا اور ہدایت دی کہ وہ اس مضمون کا جواب لکھیں اور مرزا محمود احمد مرحوم کی اس غلط فکر اور عقیدے کی اصلاح کریں اور جماعت احمدیہ کے مؤقف کو بیان کریں۔ مرزا محمود صاحب کے اس

مضمون میں وہ کیا طوفان چھپا بیٹھا تھا وہ آپ کے سامنے بیان کرتا ہوں۔ اس مضمون میں انہوں نے مندرجہ ذیل الفاظ لکھ کر ایک خطرناک فتنے کا آغاز کردیا تھا: ”سوئٹزرلینڈ کے پہاڑوں میں کون تبلیغ کرنے گیا تھا۔ لیکن باوجود اس کے اسلام کی رو سے وہ کافر ہیں۔ باقی یہ رہا کہ ان کو سزا ملے گی یا نہیں یہ خدا تعالیٰ جانتا ہے۔ شریعت کا فتویٰ تو ظاہر پر ہے اس لیے ہم ان کو کافر کہیں گے۔ پس جب تبت اور سوئٹزرلینڈ کے باشندے رسول اللہ ﷺ کے نہ ماننے پر کافر ہیں تو ہندوستان کے باشندے مسیح موعود علیہ السلام کو نہ ماننے سے کیونکر مؤمن ٹھہر سکتے ہیں۔“

جن پر اتمام حجت نہیں ہوا ان کا حکم: اور جس پر خدا کے نزدیک اتمام حجت نہیں ہوا اور وہ مکذب اور منکر ہے تو گو شریعت نے جس کی بنا ظاہر پر ہے اس کا نام بھی کافر رکھا ہے اور ہم بھی باتباع شریعت اس کو کافر کے نام سے ہی پکارتے ہیں۔ وہ خدا کے نزدیک بموجب آیت ﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾ [البقرہ۔۲۸۷] قابل مؤاخذہ نہیں ہوگا۔۔۔۔

پھر وہ آگے لکھتے ہیں: ”جو حضرت صاحب کو نہیں مانتا اور کافر بھی نہیں کہتا وہ بھی کافر ہے۔۔۔۔۔

”۔۔۔۔۔ آپ کو کافر کہنے والا اور نہ ماننے والے ایک ہی قسم کے لوگ ہیں اور دونوں میں کوئی فرق نہیں اور جس طرح کافر کہنے والا ایک مسلمان کو کافر کہہ کر کافر بنتا ہے اسی طرح ایک نبی کو نہ ماننے والا اسے نہ ماننے کی وجہ سے کافر ٹھہرتا ہے۔“(1)

پھر آگے اسی مضمون میں لکھتے ہیں:

1- انوار العلوم جلد 1، مسلمان وہی ہے جو سب ماموروں کو مانے، صفحہ 318

﴿ اِنَّ الَّذِیۡنَ یَکۡفُرُوۡنَ بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ وَیُرِیۡدُوۡنَ اَنۡ یُّفَرِّقُوۡا بَیۡنَ اللّٰہِ وَرُسُلِہٖ وَیَقُوۡلُوۡنَ نُؤۡمِنُ بِبَعۡضٍ وَّنَکۡفُرُ بِبَعۡضٍ ۙ وَّیُرِیۡدُوۡنَ اَنۡ یَّتَّخِذُوۡا بَیۡنَ ذٰلِکَ سَبِیۡلًا ﴿۱۵۰﴾ ۙ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡکٰفِرُوۡنَ حَقًّا ۚ وَاَعۡتَدۡنَا لِلۡکٰفِرِیۡنَ عَذَابًا مُّہِیۡنًا ﴿۱۵۱﴾﴾

[النساء۔ 150،151] اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اور خصوصیت سے آخری آیت میں تو ہم خاص طور سے اسی گروہ کا ذکر پاتے ہیں جو مدعی ہیں کہ ہم مرزا صاحب کو مسلمان متقی اور راست باز انسان مانتے ہیں لیکن نبی نہیں مانتے اور جو کہتے ہیں نجات ایمان باللہ پر ہے نہ ایمان بالرسل پر اور جن کا خیال ہے کہ رسول اللہ کے انکار کی وجہ سے عذاب ہو بھی لیکن مرزا صاحب کے نہ ماننے کا کوئی حرج نہیں لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ لوگ جھوٹے ہیں اور پکے کافر ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حضور عذاب کے مستحق ہیں۔" (1)

یہ مرزا محمود احمد مرحوم کے وہ الفاظ تھے جنہوں نے حضرت مرزا غلام احمدؒ کی تحریک کی اصلاح کے بنیادی اصول کو ہی ہلا کر رکھ دیا۔ مرزا محمود احمد مرحوم نے یک جنبش قلم سے تمام کلمہ گو مسلمانوں کی تکفیر کر دی اور انہیں دائرہ اسلام سے باہر نکال پھینکا۔ اس تکفیر بازی کی لعنت اور اس کے خطرات کے بارے میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب اپنی کتاب آئینہ کمالات اسلام کے صفحہ 219 میں اس طرح رقمطراز ہیں:

وایم اللہ لطال ما قلت لهم الا لا تردوا مخاوف الاكفار فانها مقاحم الاخطار وفلوات التبار تعالوا انف ما رابكم۔ واستسل كل سهم نابكم۔

1- انوار العلوم جلد 1، مسلمان وہی ہے جو سب ماموروں کو مانے، صفحہ 329

(ترجمہ) ”اللہ کی قسم میں انہیں مسلسل کہتا رہا ہوں کہ کفر کے خوفناک مقام میں نہ پڑو کیونکہ یہ تو خطرات میں داخل ہونے کے مترادف ہے اور یہ تکفیر بازی تباہی کا جنگل ہے۔ آؤ میرے پاس کہ میں تم سے وہ دور کروں جس نے تم کو شک میں ڈالا ہے۔ اور تم سے ہر اس تیر کو نکال دوں جو تمہارے جسموں میں پیوست ہو گیا ہے۔“ (1)

مگر افسوس صد افسوس مرزا محمود احمد مرحوم نے اپنے عظیم والد محترم کی اس نصیحت کو نظر انداز کر دیا اور تکفیر کے اس جنگل میں اتر پڑے جہاں سے واپسی ممکن نہیں ہوتی۔

یہ تکفیر المسلمین کا وہ خطرناک عقیدہ اور تباہ کن عمل تھا جس نے جماعت احمدیہ میں اصولی اختلاف کی بنیاد رکھی۔ اس کے بالمقابل حضرت مولانا محمد علیؒ نے حضرت مرزا صاحب کے صحیح عقیدہ اور صحیح سوچ کی ترجمانی کرتے ہوئے مرزا محمود احمد مرحوم کے اس خطرناک عقیدے کی تردید کی اور اس عقیدے اور ان کے اس بیان کو حضرت مرزا صاحب کی تعلیم کے منافی قرار دیا۔ مرزا محمود احمد مرحوم کے اس مضمون اور اس کے جواب میں لکھے جانے والے مضمون اور اس کی کہانی نہایت دلچسپ ہے۔ جو قارئین کی دلچسپی کے لیے مَیں اس کتاب کے آخر میں بیان کروں گا۔

میں جماعت احمدیہ لاہور اور جماعت احمدیہ قادیان جو اب جماعت احمدیہ ربوہ کہلاتی ہے کے درمیان اختلاف کو معہ حوالہ جات بیان کرتا ہوں تاکہ تمام اہل حق کو علم ہو سکے کہ اصل حقیقت کیا ہے اور جماعت احمدیہ میں تقسیم کا باعث کیا محرکات تھے؟

1- التبلیغ، آئینہ کمالات اسلام، صفحہ 219 (مترجم عامر عزیز الازہری)

آپ جماعت احمدیہ (ربوہ) کے کسی بھی فرد سے، مربّی سے یا کسی بھی عالم سے پوچھیں کہ جماعت احمدیہ لاہور اور جماعت احمدیہ ربوہ میں کیا اختلاف ہے؟ تو تمام کے تمام افراد کا پہلا جواب ہو گا

"خلافت"

یعنی کہ مولانا محمد علیؒ خلیفہ بننا چاہتے تھے مگر مرزا محمود احمد مرحوم خلیفہ بن گئے جس سے مولانا محمد علیؒ نے علیحدہ جماعت بنالی۔

اگر یہی سوال غیر احمدی کرے تو جماعت احمدیہ (ربوہ) کی طرف سے دوسری اطلاع یہ ملے گی کہ جماعت احمدیہ لاہور تو اب ختم ہوچکی ہے۔ اس کا کوئی وجود باقی نہیں۔ اس کی سب سے مستند مثال آسٹریلیا میں موجود مصری عالم محترم ڈاکٹر لبان ہیں۔ راقم الحروف کی 2007ء میں ایک وفد کے ہمراہ ان سے سڈنی میں ملاقات ہوئی تو انہوں نے حیرت سے تین دفعہ پوچھا کہ کیا آپ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے ممبر ہیں۔ میرے اثبات پر وہ دم بخود رہ گئے اور پھر جو انہوں نے بیان کیا اس سے جہاں میں لطف اندوز ہوا وہاں مجھے اپنے جماعت ربوہ کے ان بھائیوں کی عملی حالت پر افسوس بھی ہوا۔ ڈاکٹر موصوف نے فرمایا کہ میرے پاس جماعت قادیان (ربوہ) کا ایک وفد آیا تھا میں نے ان سے جماعت احمدیہ لاہور کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور تو کب کی ختم ہوچکی ہے اور اب ان کا کوئی فرد موجود نہیں۔ راقم الحروف نے جواباً کہا کہ چند مردے تو آپ کے سامنے ہیں اور باقی بے شمار سے آپ دنیا کے مختلف ممالک میں ملاقات کرسکتے ہیں۔ جس پر وہ بھی خوب ہنسے۔ مجھے امید ہے کہ محترم ڈاکٹر لبان کا نیچے بیان کیا گیا جواب میرے جماعت ربوہ کے بھائیوں کے لیے ایک قابل عمل نصیحت اور حق کو پہنچاننے کا موجب ہو گا۔ انہوں

نے فرمایا:

”میں حیران تھا کہ اتنا عظیم الشان علمی کام کرنے والی اور اتنا شاندار لٹریچر پیدا کرنے والی جماعت کس طرح مر سکتی ہے!!!“

اب میں جماعت ربوہ کے پیدائشی احمدی بھائیوں، اپنے غیر از جماعت بھائیوں اور خاص کر ان احمدی بھائیوں کو جو دونوں میں سے کسی بھی جماعت میں نئے شامل ہوئے ہیں ان کے سامنے دونوں جماعتوں کے اختلاف کی اصل تصویر پیش کرتا ہوں تا کہ وہ خود فیصلہ کر سکیں کہ حق کیا ہے اور سچ کیا۔

مگر یہاں ایک بات کا ذکر کرنا ضروری ہے کہ جماعت احمدیہ کے اختلاف سے قطعاً یہ مراد نہ لی جائے کہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؒ کی تعلیم میں کوئی کمی یا نقص تھا بلکہ اگر کمی یا نقص ہوسکتا ہے تو ان کے ماننے والوں اور اختلاف کرنے والوں کی سوچ اور فہم میں ہوسکتا ہے۔ ان کی کم علمی یا کم فہمی اس کی قصوروار ہوسکتی ہے۔ مگر خود حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؒ کی سچائی اور آپ کے دعاوی کی صداقت میں کوئی دوسری رائے نہیں ہوسکتی۔ بلکہ اسی طرح جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم اور ان کے دعویٰ میں کوئی شک نہیں۔ مگر ان کو ماننے والوں کے سوئے فہم نے ان کو بھٹکا دیا اور ایک گروہ نے غلو کرکے ان کو خدا کا بیٹا بنا دیا۔

بلکہ یہی صورت حال تحریک احمدیہ کے بارے میں ہے۔ حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؒ کے بارے میں بھی تین گروہ ہیں۔

- ❀ ایک ہمارے غیر احمدی مسلمان بھائیوں کا جو حضرت مرزا صاحب کے دعاوی کو جھوٹا قرار دیتے ہیں۔
- ❀ دوسرا گروہ جماعت احمدیہ قادیان (ربوہ) کا جس نے غلو کرتے ہوئے

ان کے مرتبہ کو ایک نبی کا مرتبہ قرار دیا جس طرح کہ عیسائیوں نے غلو کرتے ہوئے حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا بنا ڈالا۔

❀ تیسرا گروہ جماعت احمدیہ لاہور کا ہے جو ان کے اصل مقام یعنی مجدد و محدث پر یقین رکھتی ہے اور یہ دعویٰ رکھتی ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے کبھی بھی نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔

میں نے تمام اختلافات کو مختلف ابواب میں بیان کیا ہے تاکہ قارئین کو انہیں سمجھنے میں آسانی ہو اور وہ تمام معاملے کو اچھی طرح جان لیں۔ میرا کام محض حقیقت کو بیان کرنا ہے، ہدایت دینا اور حق کی روشنی دکھانا خدائے واحدہٗ لاشریک کا فضل و کرم ہے۔

میں یہ بھی واضح کرتا چلوں کہ اس کتاب کا مقصد کسی کی دل آزاری یا کسی شخصیت کی کردار کشی نہیں بلکہ محض حقائق کو بیان کرنا ہے تاکہ لوگوں کو سچائی کی روشنی حاصل ہوسکے۔

باب دوم

تکفیر المسلمین ایک خطرناک فتنہ
ایک ناقابل تلافی غلطی

جماعت احمدیہ لاہور اور جماعت احمدیہ ربوہ میں اختلاف کا سب سے بڑا سبب مرزا محمود احمد مرحوم کا خطرناک عقیدہ تکفیر المسلمین ہے۔ مرزا محمود احمد مرحوم نے جس ہٹ دھرمی سے ہمارے مسلمان بھائیوں کو کافر کہنا شروع کیا اور پھر اس پر اس قدر مُصر ہوئے کہ تمام غیر احمدی مسلمان بھائیوں کو دائرہ اسلام سے خارج کر دیا۔ ان کے اس فعل اور ہٹ دھرمی کا اصل مدعا کیا تھا اور کون سے عوامل تھے جنہوں نے ان کو ایسا کرنے پر مجبور کیا، یہ تو خدا کی ذات ہی جانتی ہے۔ تاہم یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ ان کے اس فعل سے نہ صرف مجدد وقت حضرت مرزا غلام احمدؒ مسیح موعود و مہدی موعود کے مشن کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا بلکہ اس سے دین اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے کام کو بھی شدید دھچکا لگا۔ جماعت احمدیہ مسلمانانِ عالم کے لیے امید کی کرن تھی اور اس میں اختلاف سے اس نصب العین کو نقصان پہنچا جس کو زمانے کے مجدد نے مسلمانوں کے سامنے رکھا تھا۔

آپ جماعت احمدیہ ربوہ کے کسی بھی فرد سے سوال کیجیے کہ کیا آپ غیر احمدی مسلمانوں کو امت مسلمہ کا حصہ سمجھتے ہیں؟ کیا غیر احمدی جو کلمہ گو اور اہل قبلہ ہیں وہ آپ کے نزدیک مسلمان ہیں؟ کیا مرزا محمود احمد مرحوم نے غیر احمدی مسلمانوں کو کافر، دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا ہے؟ کیا حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانیؒ مجدد وقت نے کبھی بھی اپنے نہ ماننے والوں کو کافر دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا ہے؟

ان سب سوالوں کا جواب تمام جماعت ربوہ کے بھائی بسا اوقات محض اپنی منطق اور بسا اوقات محض الفاظ کے ہیر پھیر سے دیتے ہیں۔

اس سے قبل کہ اس بارے میں مرزا محمود احمد مرحوم کے عقائد اور ان کے بیانات پیش کروں میں سب سے پہلے یہ نقطہ واضح کر دوں کہ

حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؒ نے اپنے نہ ماننے والوں کو کبھی بھی دائرہ اسلام سے خارج قرار نہیں دیا اور نہ ہی انہیں امت مسلمہ سے باہر تصور کیا تھا۔ میں یہاں حضرت مرزا صاحب کے چند حوالہ جات پیش کرتا ہوں تاکہ قارئین کو علم ہو سکے کہ حضرت مرزا صاحب کا اس سلسلے میں کیا عقیدہ تھا؟

عقائد حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؒ

✧ ”ابتدا سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعویٰ کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا۔“ پھر حاشیہ میں اس طرح رقمطراز ہیں: ”یہ نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اپنے دعویٰ کے انکار کرنے والے کو کافر کہنا یہ صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خداوند تعالیٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں۔ لیکن صاحب شریعت کے ماسوا جس قدر ملہم اور محدث ہیں گو وہ کیسے ہی جناب الٰہی میں اعلیٰ شان رکھتے ہوں اور خلعت مکالمہ الٰہیہ سے سرفراز ہوں ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا۔“ (1)

✧ ”بالآخر ہم اس خاتمہ میں چند امور ضروریہ بیان کرکے اس رسالہ کو ختم کرتے ہیں۔ ازانجملہ ایک یہ کہ ڈاکٹر عبدالحکیم خان اپنے رسالہ المسیح الدجال وغیرہ میں میرے پر یہ الزام لگاتا ہے کہ گویا میں نے اپنی کتاب میں یہ لکھا ہے کہ جو شخص میرے پر ایمان نہیں لائے گا گو وہ میرے نام سے بھی بے خبر ہو گا اور گو وہ ایسے ملک میں ہو گا جہاں تک میری دعوت نہیں پہنچی تب بھی وہ کافر ہو جائے گا اور دوزخ میں پڑے گا۔ یہ ڈاکٹر مذکور کا سراسر افترا ہے۔ میں نے کسی کتاب یا کسی اشتہار

1- تریاق القلوب، صفحہ ۱۳۰

میں ایسا نہیں لکھا۔ اس پر فرض ہے کہ وہ ایسی کوئی میری کتاب پیش کرے جس میں یہ لکھا ہے۔ یاد رہے کہ اس نے محض چالاکی سے جیسا کہ اس کی عادت ہے یہ افترا میرے پر کیا ہے یہ تو ایسا امر ہے کہ بیداہت کوئی عقل اس کو قبول نہیں کر سکتی۔ جو شخص بکلی نام سے بھی بے خبر ہے اس پر مواخذہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ ہاں میں یہ کہتا ہوں کہ چونکہ میں مسیح موعود ہوں اور خدا نے عام طور پر میرے لیے آسمان سے نشان ظاہر کیے ہیں پس جس شخص پر میرے مسیح موعود ہونے کے بارے میں خدا کے نزدیک اتمام حجت ہو چکا ہے اور میرے دعویٰ پر وہ اطلاع پا چکا ہے وہ قابل مواخذہ ہوگا کیونکہ خدا کے فرستادوں سے دانستہ منہ پھیرنا ایسا امر نہیں ہے کہ اس پر کوئی گرفت نہ ہو اس گناہ کا داد خواہ میں نہیں ہوں بلکہ ایک ہی ہے جس کی تائید کے لیے میں بھیجا گیا یعنی حضرت محمد مصطفی ﷺ جو شخص مجھے نہیں مانتا وہ میرا نہیں بلکہ اس کا نافرمان ہے جس نے میرے آنے کی پیشگوئی کی"۔[1]

✧ فرمایا: "ہم کسی کلمہ گو کو اسلام سے خارج نہیں کہتے۔ جب تک کہ وہ ہمیں کافر کہہ کر خود کافر نہ بن جائے۔ ---- یہ ایک متفق مسئلہ ہے کہ جو مومن کو کافر کہے وہ کافر ہو جاتا ہے۔"[2]

✧ "پھر اس جھوٹ کو تو دیکھو کہ ہمارے ذمہ یہ الزام لگاتے ہیں کہ گویا ہم نے بیس کروڑ مسلمانوں اور کلمہ گوؤں کو کافر ٹھہرایا ہے۔"[3]

✧ "اس زمانہ کے لوگ جو نہ صرف ہمارے مخالف ہیں بلکہ ہم کو کافر قرار دیتے

1- حقیقۃ الوحی، صفحہ ۱۷۸
2- بدر ۲۴ مئی ۱۹۰۸ء، صفحہ ۶، کالم ۱
3- حقیقۃ الوحی، صفحہ ۱۳۰

ہیں وہ بموجب حدیث نبوی مومن کو کافر کہہ کر خود کافر بنتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی گرفت سے بچ نہیں سکتے۔"[1]

✧ سوال ہوا کہ غیر احمدی آپ کو کافر کہتے ہیں تو کہیں لیکن اگر آپ نہ کہیں تو اس میں کیا حرج ہے؟

(الجواب) فرمایا: "جو ہمیں کافر نہیں کہتا ہم اسے ہرگز کافر نہیں کہتے لیکن جو ہمیں کافر کہتا ہے اسے کافر نہ سمجھیں تو اس میں حدیث اور متفق علیہ مسئلہ کی مخالفت لازم آتی ہے اور یہ ہم سے نہیں ہو سکتا۔"[2]

یہاں ایک اہم ترین یہ نکتہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ حضرت مرزا صاحب جس حدیث کا یہاں ذکر فرما رہے ہیں وہ ذیل میں درج کی جاتی ہے۔ اس حدیث کی اصل روح کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ حَدَّثَنِي أَبِي حَدَّثَنَا يَعْلَى بْنُ عُبَيْدٍ حَدَّثَنَا فُضَيْلُ -يَعْنِي ابْنَ غَزْوَانَ- عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ "أَيُّمَا رَجُلٍ كَفَّرَ رَجُلاً فَإِنْ كَانَ كَمَا قَالَ وَإِلاَّ فَقَدْ بَاءَ بِالْكُفْرِ".[3]

ترجمہ: "جو کسی مومن کو کافر کہتا ہے وہ کفر اس پر الٹ کر پڑتا ہے۔"

حضرت نبی کریم ﷺ کی اس حدیث سے اصل مراد تو تکفیر کو روکنا ہے اور مسلمانوں کو اس لعنت سے دور رکھنا ہے نہ کہ انہیں کفر کا فتویٰ دینے کا حق دینا ہے۔ حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ دراصل اس حدیث کو تکفیر کے گھناؤنے اور خطرناک عمل سے روکنے اور ہر خاص و عام کو اس قبیح حرکت سے باز رکھنے کے لیے استعمال کر رہے ہیں اور بطور دلیل کے اس حدیث مبارکہ کو ان لوگوں کے سامنے پیش

1- الحکم مورخہ ۷ اجولائی ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۲، کالم ا، ڈائری حضرت مسیح موعود۔

2- بدر ۲۴ مئی ۱۹۰۸ء، صفحہ ۶ کالم ا۔

3- مسند احمد بن حنبل، حدیث نمبر 4848، باب مسند عبد الله بن عمر.

کر رہے ہیں جو انہیں کافر اور کاذب کہتے ہیں۔ آپ نے قطعاً اس حدیث سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے منکرین کی تکفیر نہیں کی۔

تمام اہل حق، اہل انصاف، قارئین و علما ربانی خدا کو حاضر و ناظر جانتے ہوئے اور یوم حساب کو سامنے رکھتے ہوئے فیصلہ دیں کہ کیا حضرت مرزا غلام احمدؑ کی مندرجہ بالا تحریرات کی روشنی میں حضرت مرزا صاحب نے اپنے نہ ماننے والوں کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا ہے یا تکفیر بازی کو ان سے منسوب کیے جانے کو اپنی ذات پر افترا قرار دیا ہے۔

اب میں جماعت ربوہ کے بھائیوں کے سامنے مرزا محمود احمد مرحوم کی تحریرات پیش کرتا ہوں اور یہ درخواست کرتا ہوں کہ وہ خدا سے خوف کھاتے ہوئے، ٹھنڈے دل سے غور کرتے ہوئے اور صرف خدا تعالیٰ کی خوشنودی کو سامنے رکھتے ہوئے فیصلہ کریں کہ کیا مرزا محمود احمد مرحوم کو اپنے اس غلط عقیدہ میں ٹھوکر نہیں لگی اور کیا انہوں نے حضرت مرزا صاحب کی تعلیم سے صریحاً انحراف نہیں کیا۔

مرزا محمود احمد مرحوم نے اپنی کتاب ''آئینہ صداقت'' صفحہ 35 پر مندرجہ ذیل الفاظ لکھ کر تمام امت مسلمہ کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا:

✧ ''کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہیں سنا وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ میرے یہ عقائد ہیں۔'' (1)

پھر دوسری جگہ فرماتے ہیں:

✧ ''ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم غیر احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں اور ان کے پیچھے نماز

1- آئینہ صداقت، صفحہ 35، 26 دسمبر 1921ء

نہ پڑھیں۔ کیونکہ ہمارے نزدیک وہ خدا تعالیٰ کے ایک نبی کے منکر ہیں۔" (1)

✧ "جو لوگ مرزا صاحب کو رسول نہیں مانتے خواہ آپ کو راست باز ہی منہ سے کیوں نہ کہتے ہوں وہ پکے کافر ہیں۔" (2)

✧ "پس نہ صرف اس کو جو آپ کو کافر تو نہیں کہتا مگر آپ کے دعویٰ کو دل میں سچا قرار دیتا ہے اور زبانی بھی آپ کا انکار نہیں کرتا لیکن ابھی بیعت میں اسے کچھ توقف ہے کافر قرار دیا گیا ہے۔" (3)

✧ "پانچویں یہ کہ بے شک شروع میں حضرت صاحب کا یہی فتویٰ تھا کہ صرف میرے مکفرین کافر ہوتے ہیں لیکن بعد میں اللہ تعالیٰ کی وحی نے اس عقیدہ کو بدل دیا۔" (4)

مندرجہ بالا تحریرات پڑھ کر عام فہم رکھنے والا ایک انسان بھی یہ نتیجہ اخذ کر سکتا ہے کہ مرزا محمود احمد مرحوم کے نزدیک جو لوگ حضرت مرزا صاحب کو نہیں مانتے خواہ وہ ان کے نام سے بھی بے بہرہ ہوں وہ کافر، دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

ان تحریرات سے صاف واضح ہے کہ مرزا محمود احمد مرحوم حضرت مرزا صاحب کی تعلیم سے صریحاً انحراف کر رہے ہیں۔ حضرت مرزا صاحب اپنے نہ ماننے والوں کو مسلمان ہی سمجھتے ہیں اور انہیں امت مسلمہ کا حصہ ہی جانتے ہیں۔ مگر مرزا محمود احمد مرحوم اس کے بالکل برعکس عقیدہ رکھتے ہیں۔ انہی الفاظ کو مخالفین جماعت حضرت مرزا غلام احمد صاحب کی مخالفت میں استعمال کرتے ہیں اور عوام

1- انوار خلافت، صفحہ 90

2- آئینہ صداقت، صفحہ 86

3- تشحیذ الاذہان جلد ۶، ۴، صفحہ ۱۴۱، اپریل ۱۹۱۱ء

4- تشحیذ الاذہان جلد ۶، صفحہ ۱۵۷، اپریل ۱۹۱۱ء

الناس کو دھوکا دیتے ہیں۔ مگر اصل دھوکا تو خود مرزا محمود احمد مرحوم کی تحریرات نے قوم کو دیا اور اس کا نتیجہ بھی ہم سب کے سامنے ہے۔

اب میں جماعت ربوہ کے بھائیوں کو حضرت مرزا صاحب کی ایک اور تحریر پیش کرتا ہوں جو کہ آپ نے اپنی عربی کتاب لجۃ النور میں لکھی ہے۔ جس کا راقم الحروف نے عربی سے اردو میں ترجمہ کیا۔ یہ بھی بتاتا چلوں کہ یہ کتاب 1910ء میں حضرت مولانا نورالدینؒ کے دور میں چھپی۔ اگر اس وقت تک حضرت مرزا صاحب یا ان کے ماننے والوں کا عقیدہ بدل چکا ہوتا تو حضرت مولانا نورالدینؒ اس کی اصلاح فرماتے۔ حضرت مرزا غلام احمدؒ قادیانی فرماتے ہیں:

وسئلت اللہ ان یجعلہ مبارکا کالطوائف المسلمین و یجعل افئدۃ من الناس تھوی الیہ و یجعل منہ حظاً کثیرًا لعبادہ الصالحین۔ [1]

ترجمہ: ”اور میں نے اللہ سے دعا کی ہے کہ وہ اس کتاب کو جملہ مسلمانوں کے لیے بابرکت بنائے اور لوگوں کے دلوں کو اس کی طرف مائل کرے اور نیک لوگوں کو اس میں کثیر حصہ عطا فرمائے۔“

ھذا ما اردنا ان نکتب شیئاً من مفاسد ھذا الزمان۔ و نزھنا کتابنا ھذا عن ازراء الاخیار الذین ھم علی دین من الادیان۔ و نعوذ باللہ من ھتک العلماء الصالحین۔ و قدح الشرفاء المھذبین۔ سواء کانوا من المسلمین او المسیحین او الاریۃ۔ بل لا نذکر من سفھاء ھذہ الاقوام الالذین اشتھروا فی فصول الھذر والاعلان بالسئیۃ۔ والذین کان ھو نقی العرض

1- لجۃ النور، صفحہ ۵ (مترجم عامر عزیز الازہری)

عفيف اللسان فلا نذكره الا بالخير و نكرمه و نعزه و نحبه كالاخوان۔ و نسوى فيه حقوق هذه الاقوام الثلٰثة۔ و نبسط لهم جناح التحنن والرحمة۔ ولا نعيب هؤلاء الكرام تصريحا ولا تعريضًا رعاية للادب۔ فان فى المعاريض لمندوحة عن الكذب۔ ولا نغتاب المستورين قط ولا ناكل ابدًا لحم العبيط من غيرالعارضة۔ [1]

ترجمہ: ''اور ہم نے اپنی کتاب کو ان نیک لوگوں کی تحقیر سے پاک رکھا ہے جو کسی دین کے بھی پیرو ہوں۔ اور ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں کہ ہم نیک علماء کی ہتک کریں یا مہذب شرفاء پر کوئی عیب لگائیں۔ خواہ وہ مسلمانوں میں سے ہوں یا عیسائیوں یا آریوں میں سے۔ بلکہ ہم ان اقوام کے عوام الناس کو بھی برا نہیں کہتے سوائے ان کے جو بیہودگی اور بدی کے اعلان کرنے میں مشہور ہیں۔ مگر وہ شخص جو اچھے کردار والا اور اچھی زبان کا مالک ہو اس کا ہم صرف ذکر خیر ہی نہیں کرتے بلکہ اس کی عزت اور تکریم بھی کرتے ہیں اور اسے بھائیوں جیسا چاہتے ہیں۔ ان حقوق میں یہ تینوں اقوام ہمارے لیے برابر ہیں۔ ہم ان کے لیے مہربانی اور رحمت کا بازو پھیلاتے ہیں۔ ہم ان بزرگوں کی طرف صریحاً یا اشارۃ بھی کوئی عیب منسوب نہیں کرتے۔ ادب کی رعایت رکھتے ہوئے کیونکہ تعریض (اشارۃ) بھی ایک قسم کا جھوٹ ہی ہے۔ وہ لوگ جو ہمارے بارے میں خاموش ہیں ہم ان کی بھی غیبت ہرگز نہیں کرتے۔ ہم ان کا گوشت کیوں کھائیں۔ جبکہ وہ تندرست ہیں اور ان کے دلوں میں کوئی بیماری نہیں ہے۔''

قارئین اب ذرا معاملے کی نزاکت کا ادراک کرتے ہوئے اور سنجیدگی سے ان

1- لجۃ النور، صفحہ (مترجم عامر عزیز الازہری)

تحریرات کا جائزہ لیں۔ حضرت مرزا صاحب مسلمانوں کے لیے لفظ ''مسلمان علماء'' استعمال کر رہے ہیں اور ان کو اپنا بھائی کہہ رہے ہیں۔ اگر حضرت مرزا صاحب کے نزدیک غیر از جماعت غیر احمدی مسلمان نہیں تھے بلکہ وہ انہیں کافر سمجھتے تھے تو پھر ان علماء کو کیوں مسلمان علماء کہہ کر مخاطب فرماتے ہیں۔

حق تو یہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب کے مخالفین اور آپ کی بیعت میں شامل نہ ہونے والے نہ صرف مسلمان ہیں بلکہ وہ امت مسلمہ کا ایک خوبصورت حصہ ہیں اور ان کا وجود اس امت کے خوبصورت گلدستے میں پھولوں کی حیثیت رکھتا ہے۔

قارئین مگر معاملہ یہیں پر ختم نہیں ہوتا۔ خود مرزا محمود احمد مرحوم نے جو یہ باطل عقیدہ گھڑا تھا اس پر زیادہ دیر قائم نہ رہ سکے۔

افسوس کہ مرزا محمود احمد مرحوم نے اپنے الفاظ کی لاج نہ رکھی اور 1953ء میں ایک معمولی تحریک کے چلنے پر دباؤ میں آکر اپنے ان عقائد کو ایک سیاسی بازی گر کی طرح پلٹا کھاتے ہوئے ایک اور رنگ دے دیا۔ چنانچہ منیر کمیشن کی انکوائری عدالت میں انہوں نے جو بیان دیا وہ ملاحظہ ہو:۔

''ہمارے سامنے یہ موقف ظاہر کیا ہے کہ ایسے لوگ کافر نہیں ہیں۔ لفظ ''کفر'' جو احمدی لٹریچر میں ایسے اشخاص کے لیے استعمال کیا گیا ہے اس سے کفر خفی یا انکار مقصود ہے۔ یہ ہرگز کبھی مقصود نہیں ہوا کہ ایسے اشخاص دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ لیکن ہم نے (جسٹس منیر: ناقل) اس موضوع پر احمدیوں (جماعت ربوہ: ناقل) کے بے شمار سابقہ اعلانات دیکھے ہیں اور ہمارے نزدیک ان کی کوئی تعبیر اس کے سوا ممکن نہیں کہ مرزا غلام احمد کو نہ ماننے والے دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ اب یہ کہا جارہا ہے کہ مسلمان جو رسول پاک ﷺ کے بعد کسی مامور من اللہ کے دعوے کو قبول نہیں کرتے چونکہ وہ اللہ اور رسولؐ کے منکر نہیں ہیں لہٰذا ''امت'' میں شامل ہیں یہ قول کسی اعتبار سے بھی اس سابقہ اعلان سے غیر مطابق نہیں کہ

دوسرے مسلمان کافر ہیں۔"[1]

میری اتنی سی استدعا ہے کہ مرزا محمود احمد مرحوم کے پہلے حوالہ جات کو ایک دفعہ پھر پڑھ لیں اور ان کے اس بیان سے ان کا موازنہ کریں اور محض لِلّٰہ اپنے دلوں سے گواہی مانگیں۔ میرا کام تو پہنچا دینا ہے۔

جماعت ربوہ کے منصف مزاج حضرات سے سوال ہے کہ وہ ہمیں بتائیں کہ ہم مرزا محمود احمد مرحوم کے کون سے عقیدہ کی پیروی کریں؟ وہ مرزا محمود مرحوم جن کے نزدیک 1953ء سے پہلے مسلمان کافر اور دائرہ اسلام سے خارج تھے یا 1953ء کے بعد کے مرزا محمود احمد مرحوم! جن کے نزدیک مرزا صاحب کے نہ ماننے سے دائرہ اسلام سے کوئی خارج نہیں ہوتا؟

میرا جماعت ربوہ کے بھائیوں سے ایک اور سوال ہے کہ جیسا کہ ان کے نزدیک خلیفہ خدا بناتا ہے اور مرزا محمود احمد مرحوم کو بھی خدا نے یہ منصب عطا کیا تھا تو پھر کیا خدا کے خلیفے محض دنیا کے ڈر سے اپنے عقائد بدل لیتے ہیں۔

منیر کمیشن کی رپورٹ جماعت احمدیہ لاہور اور جماعت احمدیہ ربوہ میں فیصلہ کن دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے۔ کیونکہ اس میں جسٹس منیر ایک غیر جانبدار حیثیت رکھتے ہیں اور ان کے یہ الفاظ نہایت ہی قابل غور ہیں کہ:

" ہم نے اس موضوع (غیر احمدیوں کو کافر کہنے: ناقل) پر احمدیوں (جماعت ربوہ: ناقل) کے بے شمار سابقہ اعلانات دیکھے ہیں اور ہمارے نزدیک ان کی کوئی تعبیر اس کے سوا ممکن نہیں کہ مرزا غلام احمد کو نہ ماننے والے دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ اب یہ کہا جارہا ہے کہ مسلمان جو رسول پاک ﷺ کے بعد کسی مامور من اللہ کے دعوے کو قبول نہیں کرتے۔ چونکہ وہ اللہ اور رسول ﷺ کے منکر نہیں ہیں لہٰذا

1- منیر کمیشن، انکوائری رپورٹ، صفحہ 212

"امت" میں شامل ہیں یہ قول کسی اعتبار سے بھی اس سابقہ اعلان سے **غیر مطابق نہیں** کہ دوسرے مسلمان کافر ہیں۔"

ذرا اہل انصاف جماعت ربوہ کے بھائی غور کریں کہ حضرت مولانا محمد علیؒ مرحوم و مغفور اور دیگر احباب جماعت احمدیہ لاہور نے 1914ء سے پہلے مرزا محمود احمد مرحوم کے اس غلط عقیدے کے خلاف آواز اٹھائی اور انہیں اس خطرناک غلطی سے روکنے کی کوشش کی تو کیا یہ ان بزرگان دین کا غلط قدم تھا۔ کیا حق کی آواز اٹھانا اور ایک سنگین غلطی کی نشان دہی کرنا اور پھر اس غلطی کو جان بوجھ کر درست نہ کرنے والوں سے علیحدہ ہو جانا علماء حق کا کام نہ تھا۔

اگر معاملہ یہیں رک جاتا تو پھر بھی اصلاح کی صورت ممکن تھی۔ مگر افسوس کہ مرزا محمود احمد مرحوم نے عدالت میں تو سیاسی بیان دے دیا کہ ان کے نزدیک حضرت مرزا صاحب کو نہ ماننے والے دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہیں۔ مگر عملی طور پر اس کا کچھ ازالہ نہیں کیا۔ ان کی جماعت آج بھی وہی غالیانہ عقیدہ رکھتی ہے جو انہوں نے ان کے ذہنوں میں ڈال دیا تھا۔ آج بھی جماعت ربوہ کے بھائی اس ذہنی خلفشار کا شکار ہیں کہ ان کے نزدیک غیر احمدی کلمہ گو مسلمانوں کی کیا حیثیت ہے۔

جماعت ربوہ کے بھائیوں کے عقیدے کے مطابق چونکہ خلیفہ خدا بناتا ہے اس لیے وہ کوئی غلطی نہیں کر سکتا اور خاص طور پر بنیادی عقیدے کی غلطی تو قطعاً نہیں کر سکتا۔ مجھے یقین ہے کہ ان کا عقیدہ ان کی جماعت کے تیسرے خلیفہ مرزا ناصر احمد مرحوم کے بارے میں بھی یہی ہے۔

میرے ربوہ جماعت کے معصوم بھائیو! میں آپ کے سامنے مرزا ناصر احمد مرحوم کا اس مسئلہ کفر و اسلام کے بارے میں عقیدہ بیان کرتا ہوں۔ اس کو پڑھو اور غور کرو کہ کون سا خلیفہ درست کہہ رہا ہے اور آپ کی جماعت کا طرز عمل اس بارے میں کیا ہے اور کیا ہونا چاہیے۔

خلیفہ مرزا ناصر احمد مرحوم نے تو مرزا محمود احمد مرحوم کے عقائد کی دھجیاں بکھیرتے ہوئے مندرجہ ذیل بیان کے ساتھ خود ہی جماعت احمدیہ لاہور اور حضرت مولانا محمد علیؒ کے مؤقف کی صداقت کو تسلیم کر لیا۔ ملاحظہ ہو کتاب دورہ مغرب۔

"پس۔۔۔ ہم میں سے کسی شخص کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ کسی ایسے شخص کو جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہو یہ کہے کہ تو مسلمان نہیں ہے۔ اگر قرآن پر عمل کرنا ہے تو اسے بہرحال مسلمان تسلیم کرنا پڑے گا۔ جو لوگ ہمیں مسلمان تسلیم نہیں کرتے وہ قرآن کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔ لیکن ہم ان کا یہ حق تسلیم کرتے ہیں کہ وہ اپنے آپ کو مسلمان کہہ سکتے ہیں اور ہمارے نزدیک وہ امت مسلمہ کا حصہ ہیں۔"

اس پر نمائندے نے کہا کہ وہ آپ کو مسلمان نہیں مانتے اس کے باوجود آپ انہیں مسلمان کہیں گے۔ حضور نے فرمایا:

"ہاں۔ اس کے باوجود ہم انہیں مسلمان مانتے ہیں۔ اگر وہ ہمیں مسلمان نہ کہہ کر قرآن کی خلاف ورزی کر رہے ہیں تو اس کے یہ معنی تو نہیں ہیں کہ ہم بھی قرآن کی خلاف ورزی کریں۔ کوئی اور کرتا ہے تو کرے ہم تو قرآن کی خلاف ورزی نہیں کر سکتے۔"[1]

اگر ذرا تمام ربوہ جماعت کے بھائی جو خدا کا خوف رکھتے ہیں اور انصاف کے قائل ہیں یہ بتائیں کہ مرزا ناصر احمد مرحوم کے اس فتویٰ کے بارے میں ان کا کیا خیال ہے۔ یہاں تو وہ اس حدیث کے بھی برخلاف یہ فتویٰ دیتے ہیں کہ اگر کوئی ہمیں (احمدیوں کو) مسلمان تسلیم نہیں کرتا وہ بھی مسلمان ہے۔ اب ہم کون سے خلیفہ کا عقیدہ تسلیم کریں۔ ایک طرف تو مرزا محمود احمد مرحوم کا اور وہ بھی 1953ء سے قبل اور 1953ء کے بعد اور۔ اور بقول جماعت احمدیہ ربوہ کے ایک خدا کے بنائے ہوئے دونوں خلفاء، مگر دونوں کا عقیدہ ایک دوسرے کے بالکل الٹ ہے۔

1- دورہ مغرب صفحہ 217

خدا کرے نہ سمجھا کرے کوئی

لٰہذا میں تمام جماعت ربوہ کے بھائیوں سے استدعا کرتا ہوں کہ اس تکفیر کے معاملے پر غور کریں۔ اگر وہ اپنے منتخب کردہ خلیفہ اور خلافت کی غلامی کی زنجیروں سے جکڑے رہنا چاہتے ہیں تو رہیں، اس سے ہمیں کوئی غرض نہیں۔ مگر وہ اپنا قبلہ درست کرلیں اور آج بھی غیر احمدی مسلمان بھائیوں کی تکفیر سے منہ موڑ لیں۔ یہ عقیدہ دل سے مان لیں کہ کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔

جماعت احمدیہ لاہور کا مؤقف۔ حضرت مرزا غلام احمد صاحب کی تعلیم

میں اپنے جماعت احمدیہ ربوہ کے بھائیوں سے درخواست کرتا ہوں کہ محض للہ اس معاملے پر غور کریں کیونکہ تکفیر بازی کا کھیل نہ صرف خطرناک بلکہ اسلامی اصولوں کے منافی ہے اور اگر کسی کلمہ گو کی تکفیر کی جائے تو کفر اس پر الٹ کے پڑتا ہے۔ یہ اصول احمدیوں اور غیر احمدیوں دونوں کے لیے یکساں ہے۔ اگر احمدی کسی کلمہ گو کو کافر کہیں گے تو وہ کفر ان پر بھی الٹ کر پڑے گا۔ دوسری اہم بات یہ یادرکھنی چاہیے کہ تکفیر کے فتوں سے نہ تو کوئی دنیاوی اور نہ ہی دینی کامیابی حاصل ہوسکتی ہے بلکہ یہی وہ کینسر ہے جس نے امت محمدیہ کی جڑوں کو کھوکھلا کر دیا ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے

ے امت کو چھانٹ ڈالا کافر بنا بنا کر

اسلام اے فقیہو ممنون ہے تمہارا

قرآن مجید کا اصول تو یہ ہے:

﴿ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۟ۙ ③ وَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَاۤ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۟ؕ ④ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ ۗ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ⑤ ﴾ [البقرہ: 3 تا 5]

ترجمہ: ”جو غیب پر ایمان لاتے ہیں۔ اور نماز قائم کرتے ہیں اور اس سے جو ہم نے ان کو دیا خرچ کرتے ہیں۔ اور جو اس پر ایمان لاتے ہیں جو تیری طرف اتارا گیا اور جو تجھ سے پہلے اتارا گیا اور آخرت پر وہ یقین رکھتے ہیں۔ یہی اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور یہی کامیاب ہونے والے ہیں۔“

یعنی مومن بننے کے لیے اور کامیابی کے حصول کے لیے ایمان بالغیب، اقامت الصلوٰۃ اور زکوٰۃ کا ادا کرنا اور رسول کریمؐ کی وحی پر ایمان لانا ہی کافی ہے۔ یہی ہدایت ہے۔

پھر فرمایا:

✵ ﴿وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ أَلْقَىٰ إِلَيْكُمُ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا﴾ [النساء-94]

ترجمہ: ”اور جو تمہیں السلام علیکم کہے اسے یہ نہ کہو کہ تو مومن نہیں۔“

یعنی صرف السلام علیکم کہنے والے کو بھی غیر مومن نہ تصور کیا جائے بلکہ اس کو بھی Benefit of Doubt دیتے ہوئے مومن مسلم کہنا چاہیے۔ یہی اسلام کی بنیاد ہے۔

پھر حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

✵ "لَا تُكَفِّرُوْا أَحَدًا مِّنْ أَهْلِ الْقِبْلَةِ بِذَنْبٍ وَإِنْ عَمِلُوْا الْكَبَائِرَ وَصَلُّوْا مَعَ كُلِّ إِمَامٍ وَجَاهِدُوْا مَعَ كُلِّ أَمِيْرٍ". (طس عن عائشة).[1]

ترجمہ: ”کسی اہل قبلہ کی تکفیر نہ کرو خواہ وہ گناہ کبیرہ میں ہی ملوث کیوں نہ ہو۔ اور ہر امام کے ساتھ نماز ادا کرو اور ہر امیر کے ساتھ جہاد۔“

دوسری جگہ فرمایا:

✵ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ "مَنْ صَلَّى صَلاَتَنَا،

1- كنزالعمال، صفحہ 215، باب في الاعتصام بالكتاب والسنة، حديث نمبر 1078

وَاسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا، وَأَكَلَ ذَبِيحَتَنَا، فَذَلِكَ الْمُسْلِمُ الَّذِى لَهُ ذِمَّةُ اللهِ وَذِمَّةُ رَسُولِهِ، فَلاَ تُخْفِرُوا اللهَ فِي ذِمَّتِهِ". [1]

ترجمہ: ”انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس نے ہماری نماز پڑھی اور ہمارے قبلے کی طرف رخ کیا اور ہمارا ذبیحہ کھایا تو یہ وہ مسلمان ہے کہ اس کے واسطے خدا کی امان ااور اس کے رسول کی امان ہے۔ تو تم خدا کی امان میں اس کی خیانت نہ کرو۔“

✷ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ حَدَّثَنِي أَبِي حَدَّثَنَا يَعْلَى بْنُ عُبَيْدٍ حَدَّثَنَا فُضَيْلٌ -يَعْنِي ابْنَ غَزْوَانَ- عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم "أَيُّمَا رَجُلٍ كَفَّرَ رَجُلاً فَإِنْ كَانَ كَمَا قَالَ وَإِلاَّ فَقَدْ بَاءَ بِالْكُفْرِ". [2]

ترجمہ: ”جو کسی مومن کو کافر کہتا ہے وہ کفر اس پر الٹ کر پڑتا ہے۔“

یہاں قابل غور مقام یہ ہے کہ اس حدیث کو ہمیشہ غلط پیرائے میں سمجھا گیاہے اور اس کا غلط استعمال کیا گیا۔ اس حدیث کا بنیادی مقصد تو یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کو تکفیر بازی سے روک رہے ہیں کہ ایک کلمہ گو دوسرے کلمہ گو کی تکفیر نہ کرے۔ یہ حدیث تو تکفیر بازی کے عمل سے روکتی ہے نہ کہ اس کے عمل میں معاون ہے۔ حضرت مرزا غلام احمد صاحب اور دیگر محدثین و مجددین نے اس حدیث کو کبھی منفی معنوں میں استعمال نہیں کیا۔ بلکہ اس سے مراد ہمیشہ صرف یہ لی ہے کہ کلمہ گو ایک دوسرے کو کافر کا لقب دینے کی بجائے اس دوسرے کو مسلمان سمجھیں اور آپس میں مسلمانوں کا سا معاملہ کریں۔

اب ہم آج کی جماعت ربوہ کا اس سلسلے میں قول، فعل اور فکر دیکھتے ہیں تو ہمیں

1- صحیح البخاری، پارہ دوم، حدیث نمبر 391، باب فَضْلِ اسْتِقْبَالِ الْقِبْلَةِ.

2- مسند احمد بن حنبل، حدیث نمبر 4848، باب مسند عبد الله بن عمر.

سوائے سیاسی بیانات کے کچھ واضح جواب نہیں ملتا کہ موجودہ جماعت احمدیہ ربوہ کا اس سلسلے میں کیا عقیدہ ہے۔ مربیان حضرات کی اکثریت یہ کہتی نظر آتی ہے کہ غیر احمدی حضرات مسلمان نہیں کہلا سکتے۔ مگر حال ہی میں لاہور میں جماعت احمدیہ ربوہ کی مساجد پر ہونے والے خوفناک، مذموم حملوں کے بعد ان کی جماعت کے ایک اعلیٰ ترین منتظم جن کا نام نامی بانی سلسلہ احمدیہ کے ساتھ ملتا ہے یعنی محترم مکرم مرزا غلام احمد صاحب (ناظر دیوان) انہوں نے ایکسپریس ٹی وی چینل پر محترم مبشر لقمان صاحب کے سوالات کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ "ہم غیر احمدیوں کو غیر احمدی مسلمان سمجھتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

میں جماعت ربوہ کے ان تمام معصوم بھائیوں کو جو اختلاف سلسلہ کی حقیقت سے ناواقف ہیں ان سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اس معاملے کی مکمل چھان بین کریں۔ کیونکہ تکفیر المسلمین ایک معمولی امر نہیں۔ یاد رکھیے ہم سب نے، ہر شخص نے جواب صرف خدا کی ذات کو دینا ہے۔ نہ آپ نے مرزا محمود احمد مرحوم کو یا کسی اور خلیفہ کو اور نہ اس عاجز نے حضرت مولانا محمد علیؒ کے سامنے پیش ہونا ہے۔ جان خدا کو دینی ہے، جواب بھی خدا کو ہی دینا ہے۔

فتدبروا یا اخوانی فتدبروا !!!

باب سوم

ختم نبوت

ختم نبوت کا منکر کافر۔۔۔۔ دائرہ اسلام سے خارج

جماعت احمدیہ لاہور اور جماعت احمدیہ ربوہ میں اختلاف کا دوسرا سبب حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا مقام ہے۔

جماعت احمدیہ لاہور کا عقیدہ

جماعت احمدیہ لاہور یہ عقیدہ رکھتی ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے مجدد وقت محدث و ملہم من اللہ اور مسیح و مہدی موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ اس میں کوئی بعید نہیں کہ حضرت مرزا صاحب نے اپنی تحریرات میں لفظ نبی کا استعمال کیا مگر صرف اس کے لغوی معنوں میں نہ کہ اسلامی اصطلاح کی صورت میں۔ آپ نے لفظ نبی کا استعمال بعینہ اسی طرح کیا جس طرح کہ اس امت میں باقی صلحا و اولیاء اللہ نے استعمال کیا جس سے قطعاً نبوت کا دعویٰ مراد نہیں لیا جاسکتا بلکہ وہ محض فنا فی الرسول کا مقام ہے جو کہ اس امت کے اولیاء و صلحاء کے نزدیک ایک مسلّمہ امر ہے۔ اسی لیے حضرت مرزا صاحب نے اپنے آپ کو زمرہ اولیاء کا فرد قرار دیا ہے نہ کہ زمرہ انبیاء کا۔

نبوت آنحضرت ﷺ پر ختم ہوگئی اور آپؐ کے ساتھ ہی وحی نبوت کا دروازہ بھی مسدود ہوگیا۔ اب کوئی نبی نہیں آئے گا اور نہ ہی کسی کو وحی نبوت عطا کی جائے گی۔

اس سلسلے میں جماعت احمدیہ ربوہ کا عقیدہ اکثر اوقات محل وقوع کے اعتبار سے بدلتا رہتا ہے لیکن اس جگہ میں صرف اور صرف اس عقیدے پر بحث کروں گا جو کہ مرزا محمود احمد مرحوم کا تھا۔ کیونکہ اختلاف بنیادی طور پر مولانا محمد علیؒ اور مرزا محمود احمد مرحوم کے درمیان ہوا تھا۔ یہ اختلاف عقائد اور اصولوں پر تھا نہ کہ محض شخصیات پر۔

مرزا محمود احمد مرحوم کا عقیدہ

مرزا محمود احمد مرحوم کے نزدیک حضرت مرزا صاحب کا مقام مجدد و محدث سے بڑھ کر ایک نبی اللہ کا ہے۔ ان کے نزدیک وہ ایک حقیقی نبی تھے۔ نہ کہ انہوں نے یہ لفظ مجاز کے طور پر استعمال کیا ہے۔ ذیل میں ان کے چند حوالہ جات نقل کرتا ہوں۔ یہی وہ مغالطہ ہے جس نے ہمارے مسلمان بھائیوں اور جماعت ربوہ کے بھائیوں کو حضرت مرزا صاحب کے دعاوی کے بارے میں غلط فہمیوں اور شبہات کا شکار کر دیا ہے۔

مرزا محمود احمد مرحوم لکھتے ہیں:

✵ ''پس جب اللہ تعالیٰ نے ایک شرط لگا دی کہ سوائے رسول کے اظہار علی الغیب کا مرتبہ کسی کو نہیں ملتا تو جس شخص میں یہ بات پائی جائے گی وہ قرآن کے رو سے حقیقی رسول اور نبی ہو گا۔ اور چونکہ حضرت مسیح موعود میں یہ بات پائی جاتی ہے اس لیے قرآن کریم کی رو سے، اسلام کی اصطلاح کی رو سے آپ حقیقی نبی تھے۔ گو اس اصطلاح کی رو سے جو آپ نے لوگوں کو اپنی قسم نبوت کے سمجھانے کے لیے بنائی تھی اور جو یہ ہے کہ حقیقی نبی وہ ہوتا ہے جو شریعت لائے۔ آپ مجازی نبی تھے مگر اس اصطلاح کی رو سے نہ کہ قرآن کریم کی رو سے۔ پس جو شخص باوجود اس کے کہ حضرت مسیح موعود میں وہ بات پائی جاتی ہے جو غیر نبی میں نہیں پائی جا سکتی۔ آپ کو ان معنوں میں مجازی نبی خیال کرتا ہے کہ آپ شریعت اسلام اور قرآن کریم کے بتائے ہوئے معنوں کے لحاظ سے نبی نہیں سخت دھوکے میں پڑا ہوا ہے۔'' [1]

✵ ''اس اصل کو سمجھ کر جب ہم قرآن کریم کو دیکھتے ہیں تو اس میں نبیوں اور رسولوں کی ایک ایسی خصوصیت بیان ہے جس کی نسبت وہ فرماتا ہے کہ یہ کسی

1- حقیقۃ النبوت صفحہ 174، مصنف مرزا محمود احمد مرحوم

اور میں نہیں پائی جاتی۔ پس جس میں وہ خصوصیت پائی جائے گی اسے ہم مجازی نبی نہیں کہہ سکتے۔ بلکہ وہ شریعت اسلام کی رو سے حقیقی نبی ہو گا خواہ کسی اور اصطلاح کی رو سے مجازی نبی ہو۔۔۔ پس ثابت ہوا کہ اسلام کی اصطلاح کی رو سے حضرت مسیح موعود ہر گز مجازی نبی نہیں۔" (1)

✵ "غرضیکہ اے عزیزو! یہ وہ سبب ہے جس کی وجہ سے حضرت صاحب کی مختلف تحریروں میں اختلاف معلوم ہوتا ہے اور جسے دیکھ کر ہماری جماعت کے ہی بعض لوگوں کو ٹھوکر لگ گئی ہے۔ لیکن در حقیقت یہ نزاع لفظی ہے اور انہوں نے نہیں دیکھا کہ جب حضرت مسیح موعود نے نبی ہونے سے انکار کیا ہے اس وقت آپ کے ذہن میں نبی کے کیا معنی تھے اور پھر اس پر غور نہیں کیا کہ آپ کی بعد کی تحریرات سے ثابت ہے کہ اسلامی اصطلاح اور قرآن کریم کی اصطلاح کی رو سے نبوت کی تعریف اور ہے اور یہ کہ اس تعریف کی رو سے آپ نبی تھے۔ میں مانتا ہوں کہ پہلی تعریف کو بھی آپ نے اسلامی اصطلاح کہا ہے لیکن اس کے ساتھ قرآن کریم سے کوئی دلیل نہیں دی مگر بعد میں جو تعریف کی اس کے لیے قرآن کریم سے استدلال کیا۔" (2)

✵ "۱۹۰۱ء سے پہلے تو کہتے ہیں کہ نبی سے مراد صرف محدث ہے اور ۱۹۰۱ء کو اعلان کرتے ہیں کہ وہ تو نبی ہی کہلا سکتا ہے محدث تو وہ ہو نہیں سکتا۔ کیونکہ محدث کے معنی اظہار غیب کرنے کے نہیں ہیں۔ اور یہ اختلاف اسی وجہ سے ہوا کہ آپ پہلے تو نبی کی اور تعریف کرتے تھے اور چونکہ اپنے آپ کو نبی نہیں سمجھتے تھے اس لیے آپ کا خیال تھا کہ نبی سے نیچے اتر کر جو درجہ ہے وہ محدث کا ہے میں وہی ہوں گا۔ اور اس درجہ کا نام محدث ہی ہو گا۔ لیکن آپ کو جب

1- حقیقۃ النبوت صفحہ 173، مصنف مرزا محمود احمد مرحوم

2- حقیقۃ النبوت، حصہ اول، صفحہ 128، مصنف مرزا محمود احمد مرحوم

معلوم ہوا کہ وہ درجہ نبوت کا درجہ ہے اور جس تعریف کو آپ محدثیت کی تعریف خیال کرتے تھے وہ درحقیقت نبوت کی تعریف تھی تو آپ نے اپنے محدث ہونے سے انکار کر دیا اور نبی ہونے کا اعلان کیا۔

پھر اسی طرح یہ نبی کی تعریفوں کے اختلاف کے ہی سبب سے تھا کہ ایک وقت جب آپ اپنے آپ کو نبی خیال نہ کرتے تھے تو اپنے لیے جب نبی کا لفظ الہامات میں دیکھتے تو اس کے یہ معنی کر لیتے کہ ہر محدث ایک رنگ میں جزئی نبی ہوتا ہو گا۔ اسی لیے مجھے نبی کہا جاتا ہے۔ اور اسے صوفیوں کی معمولی اصطلاح قرار دیتے تھے۔ اور اس وجہ سے آپ اپنے اس درجہ میں سب پہلے بزرگوں کو شامل خیال کرتے تھے۔ لیکن جب آپ کو معلوم ہوا کہ جو درجہ آپ کو ملا ہے وہ نبوت کا درجہ ہے اور جو کیفیت اپنے درجہ کی آپ بیان کرتے رہے ہیں وہ نبوت کی کیفیت تھی نہ کہ محدثیت کی، تو آپ کو مجبوراً اپنے سے پہلے سب محدثوں کو اپنے درجہ سے علیحدہ کرنا پڑا اور صاف کہہ دیا کہ وہ میری نبوت میں شریک نہیں۔ حالانکہ ۱۹۰۱ء سے پہلے آپ اپنی نبوت پہلے محدثوں کی سی نبوت قرار دیتے تھے۔"

✶ "تو خاتم النبیین کے معنی بھی یہی ہیں کہ کوئی شخص نبی نہیں ہو سکتا۔ جب تک آنحضرت ﷺ کی غلامی نہ اختیار کرے ورنہ نبوت کا دروازہ مسدود نہیں اور جبکہ باب نبوت کھلا ہوا تو مسیح موعود بھی ضرور نبی ہے۔" (1)

یہاں میں نے محض چند حوالے پیش کیے ہیں وگرنہ جس نے مرزا محمود احمد مرحوم اور جماعت ربوہ کی اس منطق کو سمجھنا ہو وہ ان کی کتاب حقیقت النبوت کو پڑھے تو مزید ورطہ حیرت میں ڈالے گی۔

ان حوالہ جات سے جو عقیدہ مرزا محمود احمد مرحوم اور ان کی جماعت کا ہمارے سامنے آتا ہے وہ یوں ہے:

1- حقیقۃ النبوت، حصہ اول، صفحہ 125

اول نکتہ:

نبوت کا دروازہ مسدود (بند) نہیں بلکہ بات نبوت کھلا ہے۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ جماعت احمدیہ ربوہ کے نزدیک نبوت کا دروازہ کھلا ہے اور حضرت مرزا صاحب کے علاوہ بھی نبی آسکتے ہیں اور آئے ہوں گے۔ مگر جب ان سے یہ سوال کیا جاتا ہے کہ کیا مرزا صاحب کے علاوہ کسی اور نے نبوت کا دعویٰ کیا تو جواب ملتا ہے نہیں۔ اور یہ درست بھی ہے۔

ان سے جب یہ پوچھا جاتا ہے کہ نبی آئیں گے؟ تو جواب ملتا ہے خدا جب چاہے وہ اس نعمت کو عطا کر سکتا ہے۔

مگر افسوس صد افسوس کہ ہمارے جماعت ربوہ کے حضرات کہتے کچھ ہیں مگر عقیدہ کچھ اور ہے۔ وہی مرزا محمود احمد مرحوم جن کے نزدیک نبوت کا دروازہ کھلا ہے جب ان سے یہ سوال پوچھا گیا کہ کیا مسیح موعود کے سوا کوئی اور نبی بھی اس امت میں گزرا ہے یا نہیں۔ تو اس سوال کے بارے میں ان کا جواب ذیل میں ملاحظہ ہو:۔

* ''ایک یہ سوال بھی کیا جاتا ہے کہ اس امت میں مسیح موعود کے سوا کوئی اور بھی نبی گزار ہے یا نہیں۔ تو اس کا جواب مختصر تو یہ ہے کہ نہیں اور سب سے پہلے اس بات کے لیے بطور دلیل خود آنحضرت ﷺ کی احادیث کو پیش کیا جاسکتا ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے صرف ایک شخص کا نام نبی رکھا ہے اور ہمارا حق نہیں کہ آپ کے حکم کے سوا اور کسی کا نام نبی رکھ دیں۔ پھر یہی نہیں کہ آنحضرت ﷺ نے صرف مسیح موعود کا نام نبی رکھا ہے بلکہ یہ بھی فرما دیا ہے کہ لَيْسَ بَيْنِي وَ بَيْنَه نَبِيٌّ یعنی اس کے اور میرے درمیان کوئی اور نبی نہیں۔ پس خاتم الانبیاء کی گواہی کے باوجود ہم کسی کو نبی کس طرح کہہ سکتے ہیں۔ نبی تو وہ شخص ہو سکتا ہے جس کی صداقت پر آنحضرت ﷺ

کی مہر ہو اور آپؑ مسیح سے پہلے اس امت کے کسی اور آدمی کی نبوت پر مہر صداقت لگانے سے انکار فرماتے ہیں۔ پس ہم بھی اس بات پر مجبور ہیں کہ مسیح موعود سے پہلے اس امت میں کسی اور امتی نبی کے وجود سے انکار کر دیں۔" (1)

مندرجہ بالا حوالہ کی رو سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبوت کا دروازہ صرف ایک شخص کے لیے کھلا تھا نہ کہ ساری امت کے لیے۔ ان دلائل کی رو سے جو جماعت ربوہ کے بھائی نبوت کے جاری ہونے کے لیے دیتے ہیں نہ تو پہلے کوئی نبی بنا اور نہ آئندہ کوئی بنے گا۔ اس نقطہ نظر سے تو اجرائے نبوت کی تمام دلیلیں بے کار و بے سود اور ان پر بحث محض وقت کا ضیاع ہے۔

جماعت ربوہ کے بھائیوں کو میرا مشورہ یہ ہے کہ وہ اس موضوع پر غور کریں کہ وہ قرآن سے ساری دلیلیں جو اجرائے نبوت کے لیے دیتے ہیں وہ محض ایک شخص کو نبی بنانے کے کام آئیں تو آئندہ ان دلائل کا کوئی فائدہ نہیں۔ کیونکہ ان کے نزدیک تو صرف ایک نبی نے آنا تھا اور وہ آ گیا اس لیے اب اجرائے نبوت کی دلیلیں تو خود بخود بے کار ہیں کیونکہ ان دلائل کی رو سے اب کوئی نبوت کا مقام حاصل کر ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ بقول مرزا محمود احمد مرحوم کے اب کسی کو یہ مقام نہیں مل سکتا کیونکہ رسول کریم ﷺ نے تو محض ایک شخص کے لیے یہ لفظ استعمال کیا تھا کسی اور کے لیے نہیں۔ تو پھر دلائل اجرائے نبوت کس کے لیے!!!

نکتہ نمبر2:

مرزا محمود احمد مرحوم کی تحریرات کے مطابق حضرت مرزا صاحب ظلی یا بروزی اور مجازی نبی ہر گز نہیں۔ مگر ہمارے جماعت ربوہ کے بھائیوں سے جب بھی سوال کیا جائے کہ ان کے نزدیک حضرت مرزا صاحب کا دعویٰ کیا تھا۔ تو فوراً جواب

1- حقیقۃ النبوت، حصہ اول، صفحہ 231

میں ظلی اور مجازی نبی کی گردان دہراتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ مگر مرزا محمود احمد مرحوم کے نزدیک وہ شریعت اسلام کی رو سے حقیقی نبی تھے نہ کہ مجازی۔

ذیل میں حضرت مرزا صاحب کی کتاب حقیقۃ الوحی کا حوالہ پیش کرتاہوں تاکہ میرے بھائیوں کو علم ہوسکے کہ حضرت مرزا صاحب ۱۹۰۷ء میں بھی اپنے آپ کے لیے مجازی نبی اور مجدد کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔

✵ ”والنبوة قد انقطعت بعد نبينا ﷺ ولا كتاب بعد الفرقان الذى هو خير الصحف السابقة- ولا شريعة بعد الشريعة المحمدية- بيدانى سميت نبيا على لسان خيرالبرية- ذلک امر ظلی من برکات المتابعة وما ارى فى نفسى خير او وجدت كلما وجدت من هذا النفس المقدسة- وما اعنى الله من نبوتى الا كثرة المكالمة والمخاطبة و لعنة الله على من اراد فوق ذلک او حسب نفسہ شيئًا او اخرج عنقہ من الربقة النبوية- و ان رسولنا خاتم النبيين عليہ انقطعت سلسلة المرسلين فليس حق احد ان يدعى النبوة بعد رسولنا المصطفى على الطريقة المستقلة- وما بقى بعده الا كثرة المكالمة- و هو بشرط الا تباع لا بغير متابعة خيرالبرية- ووالله ما حصل لى هذا المقام الا من انوار اتباع الا شعة المصطفوية- و سميت نبيا من الله على طريق المجاز لا على وجہ الحقيقة-“ (1)

ترجمہ: اور نبوت ہمارے نبی ﷺ کے بعد تحقیق منقطع ہوگئی اور قرآن شریف کے پیچھے جو سب صحیفوں سے بہتر ہے اور کوئی کتاب نہیں۔ اور شریعت محمدیہ کے پیچھے اور کوئی شریعت نہیں۔ آنحضرت ﷺ سب مخلوقات سے بہتر

1- حقیقۃ الوحی ضمیمہ، صفحہ ۶۴

ہیں۔ انہوں نے میرا نام نبی رکھا اور ان کی متابعت کی برکتوں میں سے یہ ایک ظلی امر ہے اور میں اپنے نفس میں کوئی خوبی نہیں دیکھتا اور جو کچھ میں نے پایا اس مقدس نفس سے ہی پایا اور میری نبوت سے اللہ تعالیٰ کی مراد سوائے کثرت مکالمہ اور مخاطبہ کے اور کچھ نہیں اور اللہ تعالیٰ کی لعنت اس شخص پر جو اس امر سے اوپر کچھ ارادہ کرے یا اپنے آپ کو کچھ سمجھے یا اپنی گردن کو اس نبیؐ کی اطاعت کی رسی سے باہر نکالے اور تحقیق ہمارے رسول ﷺ خاتم النبیین ہیں اور ان پر مرسلین کا سلسلہ منقطع ہو گیا اور ہمارے رسول مصطفی ﷺ کے بعد کسی شخص کا حق نہیں کہ مستقل طور پر نبوت کا دعویٰ کرے اور ان کے بعد سوائے کثرت مکالمہ کے اور کچھ باقی نہیں اور وہ بھی بغیر اتباع آنحضرت ﷺ کے جو سب مخلوق سے بہتر ہیں حاصل نہیں ہو سکتا۔ اور قسم ہے اللہ کی یہ مقام مجھ کو حاصل نہیں ہوا مگر محمد مصطفی ﷺ کی شعاعوں کی اتباع کے انوار سے۔ اور میرا نام اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی رکھا گیا مجازی طریق پر نہ حقیقی طور پر۔"

اب یہ بات وضاحت سے ثابت ہوتی ہے کہ حضرت مرزا صاحب اپنے آپ کو ظلی نبی جو کہ صوفیا کرام کے نزدیک ولایت کا مقام ہے، اس مقام پر فائز سمجھتے ہیں اور قطعاً آپ نے اپنے دعویٰ میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔

اس سلسلے میں یہ نکتہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے یہ دعویٰ کیا کہ آپ چودھویں صدی کے مجدد ہیں اور آپ نے اپنے دعویٰ کی دلیل میں حدیث مجدد بیان کی ہے۔ اور بارہا اس حدیث کو ہی اپنے مجدد اور محدث ہونے کی دلیل قرار دیا ہے۔

إِنَّ اللهَ يَبْعَثُ لِهَذِهِ الأُمَّةِ عَلَى رَأْسِ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَنْ يُجَدِّدُ لَهَا دِينَهَا۔ (1)

1- سنن ابوداؤد، صفحہ ۲۳۳

جماعت احمدیہ لاہور کا موٴقف:

1. حضرت مرزا صاحب چودھویں صدی کے مجدد تھے۔
2. حضرت مرزا صاحب نے بنیادی دعویٰ محدث ہونے کا کیا۔ جس سے مراد صرف اس قدر ہے کہ ایسا شخص جس سے کثرت سے خدا ہمکلام ہوتا ہے۔
3. حضرت مرزا صاحب نے اپنے مشن کے لحاظ سے مسیح موعود اور مہدی موعود ہونے کا دعویٰ کیا۔
4. حضرت مرزا صاحب نے ہرگز ہرگز نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔
5. حضرت مرزا صاحب نے محض صوفیاء کی Terminology فنافی الرسول، ظلی، بروزی، مجازی نبی کے الفاظ استعمال کیے جن سے مراد محض ولایت کا مقام ہے اور کچھ نہیں۔
6. قرآن مجید کی آیت وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ سے مراد یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ یہ آیت ختم نبوت پر قطعی دلیل ہے کہ رسول کریم ﷺ ہر لحاظ سے آخری نبی ہیں۔ نبوت کا سلسلہ آنحضرت ﷺ پر بند ہو گیا ہے۔
7. حدیث لاَ نَبِيَّ بَعْدِی۔ ایک مستند حدیث ہے۔ جو اس بات پر قطعی دلالت کرتی ہے کہ اب آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔
8. حضرت مرزا صاحب نے شروع سے لے کر تادم مرگ کبھی بھی اپنے دعویٰ میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔ بلکہ آخر دم تک بھی اپنے لیے مجدد و محدث کا لفظ استعمال کرتے رہے۔
9. حضرت مرزا صاحب نے 1901ء میں اپنی کتاب ایک غلطی کا ازالہ میں اپنے دعویٰ کو ہرگز تبدیل نہیں کیا۔ بلکہ اس میں آپ نے اپنی پہلی تحریرات میں موجود دعویٰ کی طرف توجہ دلائی ہے اور اس بات کا اعادہ کیا کہ آپ نے جو

دعویٰ 1896ء میں کیا تھا وہی آپ کا حقیقی دعویٰ ہے۔

10. حضرت مرزا صاحب کی وحی وحی ولایت تھی یعنی وہ وحی جو کہ ایک ولی کو ہوتی ہے۔ آپ نے اپنی وحی کو کبھی بھی وحی نبوت قرار نہیں دیا۔

11. کسی بھی مجدد، محدث یا ولی اللہ کے نہ ماننے سے یا اس کے انکار سے کوئی شخص دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوتا۔

جماعت ربوہ کے دلائل پر بحث:

جماعت ربوہ کے بھائی اجرائے نبوت کی دلیلوں میں سے قرآن کی پہلی دلیل سورۃ النساء کی آیت ٦٩ ﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۝٦٩﴾ ترجمہ: [اور جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرتا ہے تو یہ ان کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا (یعنی) نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں اور صالح لوگوں (کے ساتھ) اور یہ اچھے ساتھی ہیں۔] کا حوالہ دیتے ہیں۔

میں اس آیت کی تشریح کی قطعاً ضرورت نہیں سمجھتا کیونکہ اس سے قطعاً اجرائے نبوت کا کوئی مفہوم سامنے نہیں آتا۔ مگر اب یہاں لفظ النبیین کی طرف اپنے جماعت ربوہ کے بھائیوں کی توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ یہ لفظ جمع کا صیغہ یعنی النبیین عربی زبان میں کم از کم تین افراد کے لیے استعمال ہوگا۔ تو جماعت ربوہ کا یہ فرض ہے کہ اگر وہ اس آیت کو اجرائے نبوت کی دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں تو کم از کم تین نبیوں کے نام بتائیں جو امت محمدیہ میں گزرے ہوں۔ ایسا تو وہ کر نہیں سکتے کہ مرزا محمود احمد مرحوم کے مطابق ایسا کوئی نبی نہیں گزرا۔ اور آئندہ بھی نہیں آئے گا کیونکہ اس کے لیے رسول کریم ﷺ نے اس کی نبوت پر مہر صداقت سے انکار کیا ہے۔ کیونکہ احادیث میں سوائے مسیح کے کسی کے لیے مہر موجود نہیں۔

میرے بھائیو غور و فکر کرو اور قرآنی آیات کے بدلے تھوڑا مول مت لو۔

دوسری دلیل:

ہمارے جماعت ربوہ کے بھائی حضرت مرزا صاحب کی نبوت کی عمارت صحیح مسلم کی حدیث نواس بن سمعان کی ایک روایت پر رکھتے ہیں اور اگر ان سے سوال کیا جائے کہ حضرت مرزا صاحب کے نبی ہونے کی ان کے نزدیک کیا دلیل ہے۔ تو سب سے پہلا ان کا جواب ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں اس حدیث میں نبی اللہ کے لفظ سے موسوم کیا ہے۔ تو ہم کیوں نہ انہیں نبی کہیں۔ یہ محض ان کی کج بحثی اور حقائق سے لاعلمی ہے۔

میں ذیل میں وہ مکمل حدیث درج کرتا ہوں تاکہ قارئین کو علم ہو سکے کہ ہمارے جماعت ربوہ کے بھائیوں کا یہ استدلال کس حد تک درست ہے۔

میں پورے وثوق سے کہتا ہوں کہ ہمارے جماعت ربوہ کے اکثر بھائیوں نے کبھی اس حدیث کو خود نہیں پڑھا بلکہ محض دوسروں کی تقلید میں سنی سنائی رٹی رٹائی من گھڑت تاویل کرنے کے لیے تیار ہوتے ہیں۔ اس لیے میں نے مناسب سمجھا کہ میں وہ پوری حدیث نقل کر دوں تاکہ قارئین کو علم ہو سکے کہ اس حدیث میں صرف لفظ نبی اللہ ہی نہیں اور بھی بہت کچھ ہے۔

"حَدَّثَنَا أَبُو خَيْثَمَةَ زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ يَزِيدَ بْنِ جَابِرٍ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ جَابِرٍ الطَّائِيُّ قَاضِي حِمْصَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ جُبَيْرٍ عَنْ أَبِيهِ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ الْحَضْرَمِيِّ أَنَّهُ سَمِعَ النَّوَّاسَ بْنَ سَمْعَانَ الْكِلَابِيَّ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ مِهْرَانَ الرَّازِيُّ – وَاللَّفْظُ لَهُ- حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ

يَزِيدَ بْنِ جَابِرٍ عَنْ يَحْيَ بْنِ جَابِرٍ الطَّائِيِّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ عَنْ أَبِيهِ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ عَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ قَالَ ذَكَرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ الدَّجَّالَ ذَاتَ غَدَاةٍ فَخَفَّضَ فِيهِ وَرَفَّعَ حَتَّى ظَنَنَّاهُ فِى طَائِفَةِ النَّخْلِ فَلَمَّا رُحْنَا إِلَيْهِ عَرَفَ ذَلِكَ فِينَا فَقَالَ: "مَا شَأْنُكُمْ". قُلْنَا يَا رَسُولَ اللهِ ذَكَرْتَ الدَّجَّالَ غَدَاةً فَخَفَّضْتَ فِيهِ وَرَفَّعْتَ حَتَّى ظَنَنَّاهُ فِى طَائِفَةِ النَّخْلِ. فَقَالَ"غَيْرُ الدَّجَّالِ أَخْوَفُنِى عَلَيْكُمْ إِنْ يَخْرُجْ وَأَنَا فِيكُمْ فَأَنَا حَجِيجُهُ دُونَكُمْ وَإِنْ يَخْرُجْ وَلَسْتُ فِيكُمْ فَامْرُؤٌ حَجِيجُ نَفْسِهِ وَاللهُ خَلِيفَتِى عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ إِنَّهُ شَابٌّ قَطَطٌ عَيْنُهُ طَافِئَةٌ كَأَنِّى أُشَبِّهُهُ بِعَبْدِ الْعُزَّى بْنِ قَطَنٍ فَمَنْ أَدْرَكَهُ مِنْكُمْ فَلْيَقْرَأْ عَلَيْهِ فَوَاتِحَ سُورَةِ الْكَهْفِ إِنَّهُ خَارِجٌ خَلَّةً بَيْنَ الشَّأْمِ وَالْعِرَاقِ فَعَاثَ يَمِينًا وَعَاثَ شِمَالاً يَا عِبَادَ اللهِ فَاثْبُتُوا". قُلْنَا يَا رَسُولَ اللهِ وَمَا لَبْثُهُ فِى الأَرْضِ قَالَ"أَرْبَعُونَ يَوْمًا يَوْمٌ كَسَنَةٍ وَيَوْمٌ كَشَهْرٍ وَيَوْمٌ كَجُمُعَةٍ وَسَائِرُ أَيَّامِهِ كَأَيَّامِكُمْ". قُلْنَا يَا رَسُولَ اللهِ فَذَلِكَ الْيَوْمُ الَّذِى كَسَنَةٍ أَتَكْفِينَا فِيهِ صَلاَةُ يَوْمٍ قَالَ"لاَ اقْدُرُوا لَهُ قَدْرَهُ". قُلْنَا يَا رَسُولَ اللهِ وَمَا إِسْرَاعُهُ فِى الأَرْضِ قَالَ"كَالْغَيْثِ اسْتَدْبَرَتْهُ الرِّيحُ فَيَأْتِى عَلَى الْقَوْمِ فَيَدْعُوهُمْ فَيُؤْمِنُونَ بِهِ وَيَسْتَجِيبُونَ لَهُ فَيَأْمُرُ السَّمَاءَ فَتُمْطِرُ وَالأَرْضَ فَتُنْبِتُ فَتَرُوحُ عَلَيْهِمْ سَارِحَتُهُمْ أَطْوَلَ مَا كَانَتْ ذُرًا وَأَسْبَغَهُ ضُرُوعًا وَأَمَدَّهُ خَوَاصِرَ ثُمَّ يَأْتِى الْقَوْمَ فَيَدْعُوهُمْ فَيَرُدُّونَ عَلَيْهِ قَوْلَهُ فَيَنْصَرِفُ عَنْهُمْ فَيُصْبِحُونَ مُمْحِلِينَ لَيْسَ

بِأَيْدِيهِمْ شَىْءٌ مِنْ أَمْوَالِهِمْ وَيَمُرُّ بِالْخَرِبَةِ فَيَقُولُ لَهَا أَخْرِجِى كُنُوزَكِ. فَتَتْبَعُهُ كُنُوزُهَا كَيَعَاسِيبِ النَّحْلِ ثُمَّ يَدْعُو رَجُلاً مُمْتَلِئًا شَبَابًا فَيَضْرِبُهُ بِالسَّيْفِ فَيَقْطَعُهُ جَزْلَتَيْنِ رَمْيَةَ الْغَرَضِ ثُمَّ يَدْعُوهُ فَيُقْبِلُ وَيَتَهَلَّلُ وَجْهُهُ يَضْحَكُ فَبَيْنَمَا هُوَ كَذَلِكَ إِذْ بَعَثَ اللّٰهُ الْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ فَيَنْزِلُ عِنْدَ الْمَنَارَةِ الْبَيْضَاءِ شَرْقِىَّ دِمَشْقَ بَيْنَ مَهْرُودَتَيْنِ وَاضِعًا كَفَّيْهِ عَلَى أَجْنِحَةِ مَلَكَيْنِ إِذَا طَأْطَأَ رَأْسَهُ قَطَرَ وَإِذَا رَفَعَهُ تَحَدَّرَ مِنْهُ جُمَانٌ كَاللُّؤْلُؤِ فَلاَ يَحِلُّ لِكَافِرٍ يَجِدُ رِيحَ نَفَسِهِ إِلاَّ مَاتَ وَنَفَسُهُ يَنْتَهِى حَيْثُ يَنْتَهِى طَرْفُهُ فَيَطْلُبُهُ حَتَّى يُدْرِكَهُ بِبَابِ لُدٍّ فَيَقْتُلُهُ ثُمَّ يَأْتِى عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ قَوْمٌ قَدْ عَصَمَهُمُ اللّٰهُ مِنْهُ فَيَمْسَحُ عَنْ وُجُوهِهِمْ وَيُحَدِّثُهُمْ بِدَرَجَاتِهِمْ فِى الْجَنَّةِ فَبَيْنَمَا هُوَ كَذَلِكَ إِذْ أَوْحَى اللّٰهُ إِلَى عِيسَى إِنِّى قَدْ أَخْرَجْتُ عِبَادًا لِى لاَ يَدَانِ لأَحَدٍ بِقِتَالِهِمْ فَحَرِّزْ عِبَادِى إِلَى الطُّورِ. وَيَبْعَثُ اللّٰهُ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ وَهُمْ مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُونَ فَيَمُرُّ أَوَائِلُهُمْ عَلَى بُحَيْرَةِ طَبَرِيَّةَ فَيَشْرَبُونَ مَا فِيهَا وَيَمُرُّ آخِرُهُمْ فَيَقُولُونَ لَقَدْ كَانَ بِهَذِهِ مَرَّةً مَاءٌ. وَيُحْصَرُ نَبِىُّ اللّٰهُ عِيسَى وَأَصْحَابُهُ حَتَّى يَكُونَ رَأْسُ الثَّوْرِ لأَحَدِهِمْ خَيْرًا مِنْ مِائَةِ دِينَارٍ لأَحَدِكُمُ الْيَوْمَ فَيَرْغَبُ نَبِىُّ اللّٰهِ عِيسَى وَأَصْحَابُهُ فَيُرْسِلُ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ النَّغَفَ فِى رِقَابِهِمْ فَيُصْبِحُونَ فَرْسَى كَمَوْتِ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ ثُمَّ يَهْبِطُ نَبِىُّ اللّٰهِ عِيسَى وَأَصْحَابُهُ إِلَى الأَرْضِ فَلاَ يَجِدُونَ فِى الأَرْضِ مَوْضِعَ شِبْرٍ إِلاَّ مَلأَهُ زَهَمُهُمْ وَنَتْنُهُمْ فَيَرْغَبُ نَبِىُّ اللّٰهِ عِيسَى وَأَصْحَابُهُ إِلَى

اللهِ فَيُرْسِلُ اللهُ طَيْرًا كَأَعْنَاقِ الْبُخْتِ فَتَحْمِلُهُمْ فَتَطْرَحُهُمْ حَيْثُ شَاءَ اللهُ ثُمَّ يُرْسِلُ اللهُ مَطَرًا لاَ يَكُنُّ مِنْهُ بَيْتُ مَدَرٍ وَلاَ وَبَرٍ فَيَغْسِلُ الأَرْضَ حَتَّى يَتْرُكَهَا كَالزَّلَفَةِ ثُمَّ يُقَالُ لِلأَرْضِ أَنْبِتِي ثَمَرَتَكِ وَرُدِّي بَرَكَتَكِ. فَيَوْمَئِذٍ تَأْكُلُ الْعِصَابَةُ مِنَ الرُّمَّانَةِ وَيَسْتَظِلُّونَ بِقِحْفِهَا وَيُبَارَكُ فِي الرِّسْلِ حَتَّى أَنَّ اللِّقْحَةَ مِنَ الإِبِلِ لَتَكْفِي الْفِئَامَ مِنَ النَّاسِ وَاللِّقْحَةَ مِنَ الْبَقَرِ لَتَكْفِي الْقَبِيلَةَ مِنَ النَّاسِ وَاللِّقْحَةَ مِنَ الْغَنَمِ لَتَكْفِي الْفَخِذَ مِنَ النَّاسِ فَبَيْنَمَا هُمْ كَذَلِكَ إِذْ بَعَثَ اللهُ رِيحًا طَيِّبَةً فَتَأْخُذُهُمْ تَحْتَ آبَاطِهِمْ فَتَقْبِضُ رُوحَ كُلِّ مُؤْمِنٍ وَكُلِّ مُسْلِمٍ وَيَبْقَى شِرَارُ النَّاسِ يَتَهَارَجُونَ فِيهَا تَهَارُجَ الْحُمُرِ فَعَلَيْهِمْ تَقُومُ السَّاعَةُ".

(ترجمہ): ”ابو خثیمہ زہیر بن حرب، ولید بن مسلم، عبد الرحمن بن یزید بن جابر، یحییٰ بن جابر طائی قاضی حمص، عبد الرحمن بن جبیر بواسطہ اپنے والد جبیر بن نفیر، نواس بن سمعان (رضی اللہ عنہ) دوسری سند محمد بن مھران الرازی، ولید بن مسلم، عبد الرحمن بن یزید بن جابر، یحییٰ بن جابر طائی، عبد الرحمن بن جبیر بن نفیر بواسطہ اپنے والد جبیر بن نفیر، حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن صبح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کا ذکر کیا کبھی تو اس کو بہت حقیر ظاہر کیا اور کبھی اس کے (فتنہ کو) بہت بڑا بیان کیا۔ یہاں تک کہ ہمارا گمان ہوا کہ دجال نخلستان کے حصہ میں موجود ہے۔ جب ہم حضور کے پاس شام کو گئے تو آپؐ بھی آثار سے ہماری حالت پہچان گئے فرمایا تمہارا کیا حال ہے۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے دجال کا ذکر کیا کبھی تو آپ نے اسے بہت حقیر ظاہر کیا اور کبھی اس کے (فتنہ کو) بہت بڑا ظاہر کیا۔ جس

سے ہمارا خیال ہے کہ شاید وہ نخلستان کے کسی حصہ میں اس وقت موجود ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے دجال کے علاوہ تم پر اور باتوں کا زیادہ خوف ہے اگر دجال نکلا اور میں تم میں موجود ہوا تو تم سے پہلے میں اسے الزام دوں گا اور اگر وہ نکلا اور میں تم میں موجود نہ ہوا تو ہر مسلمان اپنی طرف سے اسے الزام دے گا اور اللہ ہر ایک مسلمان پر میرا خلیفہ اور نگہبان ہے۔ دجال تو جوان گھونگریالے بالوں والا ہے اور اس کی آنکھ میں نقص ہے۔ میں عبدالعزیٰ بن قطن مشرک کے ساتھ اس کی مشابہت پاتا ہوں۔ لہٰذا جو تم میں سے دجال کو پائے وہ سورہ کہف کی ابتدائی آیات اس پر پڑھے۔ وہ یقیناً شام اور عراق کے درمیان سے نکلے گا اور اپنے دائیں بائیں فساد کرے گا۔ خدا کے بندو ایمان پر قائم رہنا۔ ہم نے کہا یارسول اللہ وہ زمین میں کب تک رہے گا۔ فرمایا چالیس دن۔ ایک دن سال کے برابر اور ایک دن ماہ کے برابر اور ایک دن ہفتہ کے برابر اور بقیہ دن یونہی جیسے یہ دن ہیں۔ ہم نے کہا یارسول اللہ جو دن ایک سال کے برابر ہوگا اس میں ہمیں ایک ہی دن کی نماز کفایت کر جائے گی؟ فرمایا نہیں۔ تم اس کا اندازہ کر لینا۔ ہم نے کہا یارسول اللہ اس کی رفتار زمین پر کتنی ہوگی؟ آپ نے فرمایا اس بارش کی طرح جسے پیچھے سے ہوا اڑا رہی ہو۔ وہ ایک قوم کے پاس آئے گا تو انہیں دعوت دے گا۔ وہ اس پر ایمان لائیں گے اور اس کی بات مانیں گے۔ آسمان کو حکم دے گا وہ پانی برسائے گا اور زمین کو حکم دے گا تو وہ اگائے گی۔ ان کے چرنے والے جانور شام کو واپس آئیں گے تو پہلے سے زیادہ ان کے کوہان لمبے ہوں گے اور تھن کشادہ ہوں گے اور کوکھیں تنی ہوں گی۔ پھر وہ دوسری قوم کی طرف آئے گا۔ انہیں بھی دعوت دے گا وہ اس کی بات نہ مانیں گے۔ ان سے ہٹ جائے گا۔ ان پر قحط سالی اور خشکی ہوگی۔ ان کے ہاتھوں میں ان کے مالوں میں سے

کچھ نہ رہے گا۔ دجال ویران زمین پر سے گزرے گا اور کہے گا اے زمین اپنے خزانے نکال اور مال نکل کر اس کے پاس جمع ہو جائے گا جیسا کہ شہد کی مکھیاں اپنے سردار کے پاس جمع ہو جاتی ہیں۔ پھر دجال ایک جوان مرد کو بلائے گا اور اسے تلوار سے مار کر اس کے دو ٹکڑے کر ڈالے گا جیسا کہ نشانہ دو ٹوک ہوتا ہے۔ پھر دجال اسے زندہ کر کے پکارے گا تو وہ جوان چہرہ دمکتا ہوا اور ہنستا ہوا اس کے سامنے آجائے گا۔ دجال اسی حال میں ہو گا مگر ناگاہ اللہ تعالیٰ عیسیٰ بن مریم کو بھیجے گا وہ شہر دمشق کے مشرق کی طرف زرد رنگ کا جوڑا پہنے ہوئے اپنے دونوں ہاتھ دو فرشتوں کے بازوؤں پر رکھے ہوئے سفید مینار کے پاس اتریں گے۔ جب حضرت عیسیٰ اپنا سر جھکائیں گے تو پسینہ ٹپکے گا اور جب سر اٹھائیں گے تو موتی کی طرح قطرے ٹپکیں گے۔ جس کافر کو ان کی خوشبو پہنچے گی اسے زندہ رہنا حلال نہ ہو گا، فوراً مر جائے گا۔ اور ان کی خوشبو وہاں تک پہنچے گی جہاں تک ان کی نظر جائے گی۔ پھر حضرت عیسیٰ دجال کو تلاش کریں گے اور باب لد پر پا کر اسے قتل کریں گے۔ پھر حضرت عیسیٰ ان لوگوں کے پاس آئیں گے جن کو اللہ نے دجال سے محفوظ رکھا۔ حضرت عیسیٰ شفقت سے ان کے چہروں کو صاف کریں گے اور جنت میں ان کے جو درجات ہیں وہ بتلائیں گے۔ وہ اسی حال میں ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ کو وحی کرے گا کہ میں نے اپنے کچھ بندوں کو برآمد کیا ہے جن سے لڑنے کی کسی میں طاقت نہیں۔ تم میرے ان بندوں کو بچا کر طُور کی طرف لے جاؤ۔ اور اللہ یاجوج ماجوج کو بھیجے گا اور وہ ہر ایک بلندی سے تیزی سے پھیلتے چلے آئیں گے۔ ان کی اگلی جماعتیں بحیرہ طبرستان پر سے گزریں گی اور سب پانی پی جائیں گی۔ اخیری جماعتیں آئیں گی تو کہیں گی یہاں کبھی پانی نہیں تھا۔ حضرت عیسیٰ اور ان کے ساتھی محصور ہو جائیں گے حتی کہ بیل کی ایک

سری ان کو اس سے زیادہ اچھی معلوم ہوگی جتنے آج کل تمہیں سو دینار اچھے معلوم ہوتے ہیں۔ خدا کے پیغمبر حضرت عیسیٰ اور ان کے ساتھی دعا کریں گے نتیجہ یہ ہوگا کہ یاجوج ماجوج کی گردنوں میں ایک کیڑا پیدا ہوجائے گا جس کی وجہ سے صبح تک سب مرجائیں گے۔ پھر اللہ کے رسول حضرت عیسیٰ اور ان کے ساتھی زمین پر اتریں گے مگر زمین پر ایک بالشت بھر جگہ ان کی گندگی سے خالی نہ پائیں گے۔ حضرت عیسیٰ اور ان کے ساتھی اللہ سے دعا کریں گے تو اللہ کچھ پرندے ایسے بھیج دے گا جیسا کہ بختی اونٹوں کی گردنیں۔ یہ پرندے ان لاشوں کو اٹھا کر جہاں حکم الٰہی ہوگا لے جا کر پھینک دیں گے۔ پھر اللہ بارش برسائے گا جس سے ہر مکان خواہ وہ مٹی کا ہو یا بالوں کا آئینہ کی طرح صاف ہوجائے گا اور اللہ تعالیٰ زمین کو دھو کر مثل حوض کے صاف کر دے گا پھر زمین کو حکم ہوگا اپنی پیداوار ظاہر کر اور اپنی برکت واپس دے۔ چنانچہ اس دن ایک انار کو پوری جماعت کھائے گی اور اس کے چھلکے کا بنگلہ سا بنا کر اس کے سایہ میں بیٹھیں گے اور دودھ میں اتنی برکت ہوجائے گی کہ ایک دودھ دینے والی اونٹنی ایک بڑی جماعت کو کافی ہوجائے گی اور دودھ دینے والی گائے پورے خاندان کو کافی ہوجائے گی اور دودھ دینے والی بکری پورے گھر کو کفایت کر جائے گی۔ اس دوران اللہ تعالیٰ ایک نہایت پاکیزہ ہوا بھیجے گا جو ان کے بغلوں کے نیچے لگے گی جس سے ہر مومن اور مسلم کی روح قبض ہوجائے گی۔ صرف بدترین لوگ رہ جائیں گے جو علی الاعلان گدھوں کی طرح جماع کریں گے اور ان ہی لوگوں پر قیامت قائم ہوجائے گی۔‘‘

یہ مکمل حدیث ہے۔

اس حدیث کے چند نکات جماعت ربوہ کے حضرات کے ازدیاد علم کے لیے پیش خدمت ہیں:

1. اس حدیث میں دجال کی نشانیاں بیان کی گئی ہیں۔ کیا آپ دجال کے متعلق بیان کی گئی نشانیوں کی تشریح کرتے ہیں اور انہیں استعارات پر محمول کرتے ہیں یا انہیں لفظی معنوں میں لیتے ہیں۔ یقیناً حضرت مرزا صاحب نے دجال کی ان نشانیوں کی تشریح کی ہے اور انہیں حقیقی معنوں پر محمول نہیں کیا۔ یعنی اس حدیث کے اس حصے کی جس میں دجال کا ذکر ہے اس کی تو آپ حضرات تشریح کرتے ہیں۔
2. پھر حدیث میں پہلی مرتبہ لفظ "بَعَثَ اللّٰهُ الْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ فَيَنْزِلُ عِنْدَ الْمَنَارَةِ الْبَيْضَاءِ" اللہ مسیح ابن مریم کو مبعوث فرمائیں گے۔ پس وہ سفید مینار کے پاس نازل ہوں گے۔

کیا آپ اس جگہ ابن مریم کی تشریح کرتے ہیں یا کہ ان کو لفظی معنوں میں ہی لیتے ہیں۔ اگر یہ حقیقی معنوں میں تو ہے پھر حضرت مرزا صاحب اس حدیث کے مصداق ہی نہیں رہے۔ اس میں سفید مینار سے مراد آپ کیا لیتے ہیں۔ نزول کی آپ کیا تشریح فرماتے ہیں۔

پھر اس حدیث میں دمشق کے مشرقی کنارے، زرد رنگ کے جوڑے اور دو فرشتوں کے بازوؤں پر ہاتھ رکھے ہوئے ان سب کی تو آپ تشریح کرتے ہیں۔

پھر اسی طرح اس حدیث میں یاجوج ماجوج اور پرندوں، گردن کے کیڑے سب کی تشریح کرتے ہیں۔ مگر ایک لفظ نبی اللہ آپ کے نزدیک قابل تشریح اور استعارہ نہیں۔ پس تدبر کیجیے غور کیجیے۔ جان خدا کو دینی ہے۔ حساب ہر فرد کا ہوگا ملت کا نہیں۔

اب اس حدیث کی سند پر بحث کرتے ہیں۔ وہ حدیث جس کو میرے جماعت ربوہ کے بھائی حضرت مرزا غلام احمد صاحب کی نبوت کو ثابت کرنے کے لیے پیش کرتے ہیں اس کی سند کے بارے میں حضرت مرزا صاحب کے ان دو حوالوں کو غور

سے پڑھیں:۔

❖ ''اور اس کے مقابل پر وہی مسلم کی ظنی حدیث پیش کی جاتی ہے جس پر صدہا شبہات چیونٹیوں کی طرح چمٹے ہوئے ہیں۔ اور جو ظاہر الفاظ کی رو سے صریح قرآن شریف کے متناقض اور اس کی ضد پڑی ہوئی ہے ---۔ کیا مسلم کی روایت کے لیے قرآن کو چھوڑ دیں اور ایک ذخیرہ دلائل کو اپنے ہاتھ سے پھینک دیں۔ کیا کریں؟ یہ بھی ہمارا مسلم پر احسان ہے کہ ہم نے تاویل سے کام لے کر حدیث کو مان لیا ورنہ رفع تناقض کے لیے ہمارا حق تو یہ تھا کہ اس حدیث کو موضوع ٹھہراتے۔ لیکن خوب غور سے سوچنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ دراصل یہ حدیث موضوع نہیں ہے، ہاں استعارات سے پُر ہے۔'' (1)

❖ ''اب حاصل کلام یہ ہے کہ وہ دمشقی حدیث جو امام مسلم نے پیش کی ہے خود مسلم کی دوسری حدیث سے ساقط الاعتبار ٹھہرتی ہے۔ اور صریح ثابت ہوتا ہے کہ نواس راوی نے اس حدیث کے بیان کرنے میں دھوکا کھایا ہے''۔ (2)

ان دونوں حوالوں سے بالکل واضح نظر آتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے اس حدیث میں لفظ نبی کے استعمال کو محض استعارہ قرار دیا ہے۔ اس کی مزید تشریح کی ضرورت نہیں کیونکہ تعصب کی عینک اتار دیں تو حق واضح ہو جائے گا۔

میں نے اس کتاب میں جماعت ربوہ کے خلفاء کے لیے لفظ سیاست استعمال کیا ہے جو شاید ان کو ناگوار گزرے۔ مگر کیا کریں حقائق سے کوتاہ نظری نہیں برتی جا سکی۔ اب میں آپ کے سامنے جماعت ربوہ کے چوتھے خلیفہ محترم مرزا طاہر احمد مرحوم کا ایک بیان نقل کرتا ہوں تا کہ قارئین سمجھ سکیں کہ میرا کہنے کا مقصد کیا ہے۔ محترم مرزا طاہر احمد مرحوم نے روزنامہ اخبار جنگ لنڈن کو 27 ستمبر 1988ء کو

1- تحفہ گولڑویہ، صفحہ ۴۶، ۴۷

2- ازالہ اوہام پرانا ایڈیشن ص ۲۳۷، دوسرا ایڈیشن، صفحہ ۱۲۰، ۱۲۱۔

درج ذیل بیان دیا جو کہ اس اخبار کی زینت بنا اور ان کے ریکارڈ میں آج تک محفوظ ہے۔اس انٹرویو کی سرخی اس طرح ہے:

"ہم مرزا غلام احمد صاحب کو امام مہدی سمجھتے ہیں نبی ہر گز نہیں"

❖ صرف اس سرخی سے ہی اندازہ کر لیجیے کہ اصل حقیت کیا ہے۔ اگر آپ حضرت مرزا صاحب کو نبی نہیں مانتے تو پھر بسم اللہ کیجیے۔ اعلان فرمایئے۔ غلطیاں انسانوں سے ہوتی ہیں اور وہی ان کا ازالہ بھی کرتے ہیں آپ لوگ بھی غلطی کا ازالہ فرمایئے۔ اگر مرزا طاہر احمد مرحوم نے یہ بیان نہیں فرمایا تو پھر آپ اس کی تردید کریں اور اخبار جنگ کو عدالت میں طلب کریں۔

میری تمام احمدی حضرات اور خاص کر جماعت ربوہ کے بھائیوں سے درخواست ہے کہ وہ حضرت مرزا صاحب کے اس حوالہ پر غور کریں کہ انہوں نے لفظ نبی کے استعمال کے بارے میں کیا رائے دی تھی۔

❖ "الحمد اللہ والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ خاتم النبیین۔ اما بعد۔ تمام مسلمانوں کی خدمت میں گزارش ہے کہ اس عاجز کے رسالہ فتح الاسلام و توضیح مرام و ازالہ اوہام میں جس قدر ایسے الفاظ موجود ہیں کہ محدث ایک معنی میں نبی ہوتا ہے یا یہ کہ محدثیت جزوی نبوت ہے یا یہ کہ محدثیت نبوۃ ناقصہ ہے یہ تمام الفاظ حقیقی معنوں پر محمول نہیں ہیں۔ بلکہ صرف سادگی سے ان کے لغوی معنوں کی رو سے بیان کیے گئے ہیں۔ ورنہ حاشا و کلا مجھے نبوت حقیقی کا ہر گز دعویٰ نہیں ہے۔ بلکہ جیسا کہ میں کتاب ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۳۷ میں لکھ چکا ہوں میرا اس بات پر ایمان ہے کہ ہمارے سید و مولیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ خاتم الانبیاء ہیں۔ سو میں تمام مسلمان بھائیوں کی خدمت میں واضح کرنا چاہتا ہوں کہ اگر وہ ان

لفظوں سے ناراض ہیں اور ان کے دلوں پر یہ الفاظ شاق ہیں تو وہ ان الفاظ کو ترمیم شدہ تصور فرما کر بجائے اس کے محدث کا لفظ میری طرف سے سمجھ لیں۔ کیونکہ کسی طرح مجھ کو مسلمانوں میں تفرقہ اور نفاق ڈالنا منظور نہیں ہے۔ جس حالت میں ابتداء سے میری نیت میں جس کو اللہ جل شانہ خوب جانتا ہے اس لفظ نبی سے مراد نبوت حقیقی نہیں ہے بلکہ صرف محدث مراد ہے جس کے معنی آنحضرت ﷺ نے مکلّم مراد لیے ہیں یعنی محدثوں کی نسبت فرمایا[عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ "لَقَدْ كَانَ فِيمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ رِجَالٌ يُكَلَّمُونَ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَكُونُوا أَنْبِيَاءَ ، فَإِنْ يَكُنْ مِنْ أُمَّتِي مِنْهُمْ أَحَدٌ فَعُمَرُ".] (صحیح بخاری جلد اول صفحہ ۵۲۱، پارہ ۱۴، باب مناقب عمرؓ) تو پھر مجھے اپنے مسلمان بھائیوں کی دل جوئی کے لیے اس لفظ کو دوسرے پیرایہ میں بیان کرنے سے کیا عذر ہو سکتا ہے۔ سو دوسرا پیرایہ یہ ہے کہ بجائے لفظ نبی کے محدث کا لفظ ہر ایک جگہ سمجھ لیں اور اس کو (یعنی لفظ نبی کو) کاٹا ہوا خیال فرمالیں۔ اور نیز عنقریب یہ عاجز ایک رسالہ مستقلہ نکالنے والا ہے جس میں ان شبہات کی تفصیل اور بسط سے تشریح کی جائے گی جو میری کتابوں کے پڑھنے والوں کے دلوں میں پیدا ہوتے ہیں اور میری بعض تحریرات کو خلاف عقیدہ اہل سنت والجماعت خیال کرتے ہیں۔ سو میں انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب ان کے اوہام کے ازالہ کے لیے پوری تشریح کے ساتھ اس رسالہ میں لکھ دوں گا اور مطابق اہل سنت والجماعت کے بیان کر دوں گا۔"

راقم

خاکسار میرزا غلام احمد قادیانی مؤلف رسالہ توضیح مرام و ازالۃ اوہام [1]

۳فروری ۱۸۹۲ء

(محمدی پریس لاہور)

غلام نبی سنگ ساز و کاتب

اب میں صرف اور صرف جماعت ربوہ کے بھائیوں کے ازدیاد علم کے لیے 1901ء کے بعد کے وہ حوالے یہاں پیش کرتا ہوں جن میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے اپنے آپ کو مجدد کہا تاکہ آپ غور کریں کہ اگر بقول جماعت ربوہ کے وہ ۱۹۰۱ء کے بعد نبوت مقام پر فائز ہو گئے تھے تو پھر وہ اپنا پہلا مقام کیوں بیان کرتے رہے۔ اس سلسلے میں ایک حوالہ حضرت مرزا صاحب کی شروع کی تحریرات کا دیتا ہوں تاکہ آپ خود موازنہ کر سکیں کہ حضرت مرزا صاحب نے جو دعویٰ شروع میں کیا تھا وہی آخر وقت تک آپ کا دعویٰ تھا یعنی مجدد و محدث کا۔

- ❖ "اے بھائیو! میں اللہ کی طرف سے محدث ہو کر تمہاری طرف بھیجا گیا ہوں اور ان سب لوگوں کی طرف سے جو زمین میں ہیں۔۔۔۔ اور اس نے مجھے صدی کے سر پر بھیجا ہے۔" [2]
- ❖ "میں ہرگز نبی نہیں ہوں بلکہ اللہ کی طرف سے محدث ہو کر اور اللہ کا کلیم ہوں۔ تاکہ دین مصطفیٰ کی تجدید کروں اور اس نے مجھے صدی کے سر پر بھیجا ہے۔" [3]
- ❖ "جب چن لیا میرے رب نے مجھے اپنے دین کی تجدید کے لیے اور اپنی نبی کی عظمت کے اظہار کے لیے اور آنحضرت ﷺ کی یاسمین کی خوشبو کے

1- مجموعہ اشتہارات،

2- آئینہ کمالات اسلام، صفحہ ۳۶۷

3- آئینہ کمالات اسلام، صفحہ ۳۸۳

پھیلانے کے لیے اور مجھ کو حکم دیا۔ دین اور ملت خیر الانام کی طرف لوگوں کو بلانے کا اور مجھ کو حصہ ملا۔ الہامات اور مکالمات اور مکاشفات سے اچھا حصہ اور مجھے محدثوں میں بنایا۔"(1)

❖ "میں نے لوگوں سے سوائے اس کے جو میں نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے اور کچھ نہیں کہا کہ میں محدث ہوں اور اللہ کا کلیم ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے اسی طرح کلام کرتا ہے جس طرح محدثین سے۔ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ اس نے مجھے یہ مرتبہ عطا فرمایا ہے اور میں اس بات کو جو اللہ نے مجھے عطا کی اور مرحمت فرمائی کس طرح رد کروں۔ کیا میں رب العالمین کے فیض سے اعراض کروں اور یہ مجھے کہاں حق پہنچتا ہے کہ میں ادعاء نبوت کروں اور اسلام سے خارج ہو جاؤں اور قوم کافرین سے جا کر مل جاؤں۔"(2)

❖ "نہ مجھے دعویٰ نبوت و خروج از امت اور نہ میں منکر معجزات اور ملائک اور نہ لیلۃ القدر سے انکاری ہوں اور آنحضرت ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کا قائل اور یقین کامل سے جانتا ہوں اور کہ اس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی ﷺ خاتم الانبیاء ہیں اور آنجناب کے بعد اس امت کے لیے کوئی نبی نہیں آئے گا نیا ہو یا پرانا ہو۔ اور قرآن کریم کا ایک شعشہ یا نقطہ منسوخ نہ ہو گا۔ ہاں محدث آئیں گے جو اللہ جل شانہ سے ہمکلام ہوتے ہیں اور نبوت تامہ کی بعض صفات ظلی طور پر اپنے اندر رکھتے ہیں۔"(3)

❖ "اور یہ بھی اہل سنت میں متفق علیہ امر ہے کہ آخری مجدد اس امت کا مسیح

1- آئینہ کمالات اسلام، صفحہ ۵۶۷
2- حمامۃ البشریٰ، صفحہ ۷۹
3- نشان آسمانی، صفحہ ۲۸

موعود ہے۔"[1]

❖ "سو یہ تمام باتیں ظہور میں آگئیں۔ ایسا ہی احادیث صحیحہ میں آیا تھا کہ وہ مسیح موعود صدی کے سر پر آئے گا اور وہ چودھویں صدی کا مجدد ہو گا۔"[2]

❖ "لست بنبي ولكن محدث الله وكليم الله لاجد دين المصطفى و قد بعثني على راس المائة و علمني من لدنه علوم الهدى۔"

"اور میں ہی وہ شخص ہوں جس نے اس صدی کے شروع ہونے سے پہلے دعویٰ کیا اور میں ہی وہ ایک شخص ہوں جس کے دعویٰ پر پچیس برس گزر گئے اور اب تک زندہ موجود ہوں۔۔۔ پس جب تک میرے اس دعویٰ کے مقابل پر انہیں صفات کے ساتھ کوئی دوسرا مدعی پیش نہ کیا جائے تب تک میرا یہ دعویٰ ثابت ہے کہ وہ مسیح موعود جو آخری زمانہ کا مجدد ہے وہ میں ہی ہوں۔"[3]

میرا جماعت ربوہ کے بھائیوں سے سوال ہے کہ کس دعویٰ پر آپ کے پچیس برس گزر گئے۔ دعویٰ مجددیت و محدثیت کے یا کہ دعویٰ نبوت کے۔ جو کہ بقول جماعت ربوہ کے آپ نے 1901ء میں کیا۔ جس کے سات سال بعد آپ اس جہان فانی سے رحلت فرما گئے۔ یقیناً یہاں آپ دعویٰ مجددیت کی بات کر رہے ہیں۔ ذرا غور فرمایئے اور دلوں سے فتویٰ مانگیئے محض جہالت کے اندھیروں میں اندھی تقلید مت کیجیے۔

❖ "والنبوة قد انقطعت بعد نبينا ﷺ ولا كتاب بعد الفرقان الذى هو خير الصحف السابقة- ولا شريعة بعد الشريعة

1- حقیقۃ الوحی، صفحہ ۱۹۳، 1907ء
2- ضمیمہ براہین احمدیہ، حصہ پنجم، صفحہ ۱۸۸، 1908ء
3- حقیقۃ الوحی، صفحہ ۱۹۴، ۱۹۰۷ء

المحمدیۃ- بیدانی سمیت نبیا علی لسان خیرالبریۃ- ذلک امر ظلی من برکات المتابعۃ وما اری فی نفسی خیر او وجدت کلما وجدت من ھذا النفس المقدسۃ- وما اعنی اللّٰہ من نبوتی الا کثرۃ المکالمۃ والمخاطبۃ و لعنۃ اللّٰہ علی من اراد فوق ذلک او حسب نفسہ شیئًا او اخرج عنقہ من الربقۃ النبویۃ- و ان رسولنا خاتم النبیین علیہ انقطعت سلسلۃ المرسلین فلیس حق احد ان یدعی النبوۃ بعد رسولنا المصطفی علی الطریقۃ المستقلۃ- وما بقی بعدہ الا کثرۃ المکالمۃ- و ھو بشرط الا تباع لا بغیر متابعۃ خیرالبریۃ- وواللّٰہ ما حصل لی ھذا المقام الا من انوار اتباع الا شعۃ المصطفویۃ- و سمیت نبیا من اللّٰہ علی طریق المجاز لا علی وجہ الحقیقۃ-"

ترجمہ: اور نبوت ہمارے نبی ﷺ کے بعد تحقیق منقطع ہو گئی اور قرآن شریف کے پیچھے جو سب صحیفوں سے بہتر ہے اور کوئی کتاب نہیں۔ اور شریعت محمدیہ کے پیچھے اور کوئی شریعت نہیں۔ آنحضرت ﷺ سب مخلوقات سے بہتر ہیں۔ انہوں نے میرا نام نبی رکھا اور ان کی متابعت کی برکتوں میں سے یہ ایک ظلی امر ہے اور میں اپنے نفس میں کوئی خوبی نہیں دیکھتا اور جو کچھ میں نے پایا اس مقدس نفس سے ہی پایا اور میری نبوت سے اللہ تعالیٰ کی مراد سوائے کثرت مکالمہ اور مخاطبہ کے اور کچھ نہیں اور اللہ تعالیٰ کی لعنت اس شخص پر جو اس امر سے اوپر کچھ ارادہ کرے یا اپنے آپ کو کچھ سمجھے یا اپنی گردن کو اس نبیؐ کی اطاعت کی رسی سے باہر نکالے اور تحقیق ہمارے رسول ﷺ خاتم النبیین ہیں اور ان پر مرسلین کا سلسلہ منقطع ہو گیا اور ہمارے رسول مصطفی ﷺ کے بعد کسی شخص کا حق نہیں کہ

مستقل طور پر نبوت کا دعویٰ کرے اور ان کے بعد سوائے کثرت مکالمہ کے اور کچھ باقی نہیں اور وہ بھی بغیر اتباع آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے جو سب مخلوق سے بہتر ہیں حاصل نہیں ہو سکتا۔ اور قسم ہے اللہ کی یہ مقام مجھ کو حاصل نہیں ہوا مگر محمد مصطفی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی شعاعوں کی اتباع کے انوار سے۔ اور میرا نام اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی رکھا گیا مجازی طریق پر نہ حقیقی طور پر۔"(1)

❖ "اگر درمیانی زمانے میں یہ غلطیاں نہ پڑتیں تو پھر مسیح موعود کا آنا فضول اور انتظار کرنا بھی فضول تھا کیونکہ مسیح موعود مجدد ہے اور مجدد غلطیوں کی اصلاح کے لیے ہی آیا کرتے ہیں۔" (2)

یہاں چند سوال ضروری سمجھتا ہوں۔

1. اگر حضرت مرزا صاحب بقول جماعت ربوہ کے ۱۹۰۱ء کے بعد نبی اللہ بن گئے تھے تو پھر آخری وقت تک اپنی کسی کتاب، کسی اشتہار پر مرزا غلام احمد نبی اللہ نہیں لکھا۔ بلکہ ہر جگہ مرزا غلام احمد مسیح موعود، مرزا غلام احمد عفی عنہ تحریر فرماتے ہیں۔ اگر انہیں خدا نے یہ مقام عطا کر دیا تھا تو پھر آپ اپنے نام کے ساتھ ضرور اس کو تحریر فرماتے۔

2. جس طرح آپ نے مجدد اور مسیح موعود کے دعاوی کے وقت اشتہارات لکھے اور کئی ہزار تعداد میں چھپوائے اور تقسیم کروائے۔ کیا اسی طرح نبی ہونے کے دعویٰ کے متعلق بھی آپ نے ایسا ہی کیا۔ کیا آپ نے کوئی اشتہار یا کوئی ایسی کتاب لکھی جس میں آپ نے واضح فرمایا ہو کے دیکھو پہلے میرا دعویٰ یہ تھا مگر اب مجھے خدا نے ایک **نیا مقام** عطا کر دیا ہے۔ اس لیے میری پہلی تحریرات منسوخ سمجھی جائیں اور ان میں وہ تمام حوالہ جات جن میں میں نے انکار دعویٰ

1- الاستفتاء، صفحہ ۶۴

2- براہین احمدیہ، حصہ پنجم، صفحہ ۴۴

نبوت کیا ہے اب ان سے حجت نہ پکڑی جائے۔

افسوس اس بات کا ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے تو ایسا نہیں فرمایا مگر ان کے فرزند ارجمند مرزا محمود احمد مرحوم نے یہ اعلان فرمایا کہ ان کی ۱۹۰۱ء سے پہلے کی تحریرات سے حجت پکڑنا غلط ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

❖ ”آپ نے (حضرت مسیح موعود نے) تریاق القلوب کے بعد نبوت کے متعلق عقیدہ میں تبدیلی کی ہے۔ یہ بات ثابت ہے کہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کے وہ حوالے جن میں آپ نے نبی ہونے سے انکار کیا ہے اب منسوخ ہیں اور ان سے حجت پکڑنی غلط ہے۔“ (1)

مگر مرحوم یہ بات نہ سمجھ سکے کہ حضرت مرزا صاحب نے کتاب ایک غلطی کا ازالہ لکھی کس کے لیے۔ حضرت مرزا صاحب نے اس کتاب میں اپنے ایک مرید کی غلطی کا ازالہ فرمایا ہے جس نے حضرت مرزا صاحب کی ۱۹۰۱ء سے پہلے کی کتابوں کو غور سے نہیں پڑھا اور نہ ہی ۱۹۰۱ء سے پہلے آپ کی صحبت اختیار کی۔

آپ فرماتے ہیں:

”ہماری جماعت میں سے بعض صاحب جو ہمارے دعویٰ اور دلائل سے کم واقفیت رکھتے ہیں جن کو نہ بغور کتابیں دیکھنے کا اتفاق ہوا اور نہ وہ ایک معقول مدت تک صحبت میں رہ کر اپنے معلومات کی تکمیل کر سکے۔ وہ بعض حالات میں مخالفین کے کسی اعتراض پر ایسا جواب دیتے ہیں جو سراسر واقعہ کے خلاف ہوتا ہے۔ اس لیے باوجود اہل حق ہونے کے ان کو ندامت اٹھانی پڑتی ہے۔“(2)

اب غور طلب مقام یہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب تو یہ فرماتے ہیں کہ میرے دعویٰ کے متعلق غلطی اور دھوکا ان لوگوں کو لگا ہے جنہوں نے میری ۱۹۰۱ء سے

1- حقیقت النبوۃ، صفحہ ۱۲۱
2- ایک غلطی کا ازالہ، صفحہ

پہلے کی کتابیں بغور نہیں پڑھیں۔ کیونکہ جو دعویٰ ان میں موجود ہے وہی میرا حقیقی دعویٰ نہ ہے کہ کوئی نیا۔ مگر مرزا محمود احمد مرحوم فرماتے ہیں کہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کے ایسے تمام حوالہ جات اب منسوخ ہیں اور ان سے حجت پکڑنا غلط ہے۔ اب آپ ہی بتائیں کہ کس کی بات مانیں حکم وعدل کی یا وہ جنہوں نے اس کی تعلیم کا کچھ باقی نہیں رہنے دیا۔

مختصر یہ کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے کبھی بھی دعویٰ نبوت نہیں کیا۔ آپ نے محض لفظ نبی انہی معنوں میں استعمال کیا جن معنوں میں اولیاء اور صوفیاء کرام استعمال کرتے آئے ہیں۔

یہاں جماعت ربوہ کے بھائیوں کی ایک غلطی کی اصلاح کرنا بھی ضروری ہے کہ حضرت مرزا صاحب کے علاوہ کسی اور نے اس طرح کا دعویٰ کیا اور کہ کیا کسی نے لفظ نبی کا مجازی معنوں میں استعمال کیا ہے یا نہیں۔

جماعت احمدیہ ربوہ کے بھائیوں کو یہ دھوکا لگا ہے کہ کسی اور نے ایسا دعویٰ نہیں کیا۔ حضرت مرزا صاحب خود یہ فرماتے ہیں کہ جس طرح کا دعویٰ میں نے کیا ہے اس طرح بعض اور افراد امت کو بھی خدا تعالیٰ نے یہ مقام عطا فرمایا۔ حضرت مرزا صاحب کے مندرجہ ذیل حوالہ پر غور فرمائیے:

✵ ”خدا تعالیٰ نے مکالمہ مخاطبہ کاملہ تامہ مطہرہ مقدسہ کا شرف ایسے بعض افراد کو عطا کیا جو فنا فی الرسول کی حالت تک اتم درجہ تک پہنچ گئے اور کوئی حجاب درمیان نہ رہا۔ اور امتی ہونے کا مفہوم اور پیروی کے معنی اتم اور اکمل درجہ پر ان میں پائے گئے۔ ایسے طور پر کہ ان کا اپنا وجود نہ رہا بلکہ ان کے محویت کے آئینہ میں آنحضرت ﷺ کا وجود منعکس ہو گیا اور دوسری طرف اتم اور اکمل طور پر مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ نبیوں کی طرح ان کو نصیب ہوا۔ پس اس طرح

پر بعض افراد نے باوجود امتی ہونے کے نبی ہونے کا خطاب پایا۔"[1]

اس مقام پر حضرت مرزا صاحب نے تمام معاملہ صاف اور واضح فرما دیا ہے۔ اس میں مندرجہ ذیل نکات اہم ہیں۔

آپ فرماتے ہیں:

خدا تعالیٰ نے مکالمہ مخاطبہ کاملہ تامہ مطہرہ مقدسہ کا شرف اپنے بعض افراد کو عطا کیا جو فنا فی الرسول کی حالت تک اتم درجہ تک پہنچ گئے۔ اور کوئی حجاب درمیان نہ رہا۔

یعنی کامل درجہ کا اور اتم درجہ کا مقام صرف حضرت مرزا صاحب کو ہی حاصل نہیں ہوا اور فنا فی الرسول کے مقام تک صرف وہی نہیں بلکہ اس امت کے بعض اور افراد بھی پہنچ گئے۔ اور کوئی حجاب درمیان نہ رہا۔

یعنی صرف حضرت مرزا صاحب ہی اس مقام پر نہیں پہنچے بلکہ بعض اور افراد امت محمدیہ کو بھی یہ مقام حاصل ہوا اور اتم درجہ کا حاصل ہوا۔

پھر فرماتے ہیں:

دوسری طرف اتم اور اکمل طور پر مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ نبیوں کی طرح ان کو نصیب ہوا۔ پس اس طرح پر بعض افراد نے باوجود امتی ہونے کے نبی ہونے کا خطاب پایا۔

یہاں حضرت مرزا صاحب نے بڑی وضاحت کے ساتھ اپنا نقطہ نظر بیان کر دیا ہے۔ کسی تشریح کی ضرورت باقی نہیں۔ آپ یہ فرما رہے ہے کہ اس امت میں صرف مَیں ہی نہیں بلکہ بعض اور افراد کو اتم اور اکمل طور پر نبیوں کی طرح مکالمہ مخاطبہ نصیب ہوا اور انہوں نے بھی نبی ہونے کا خطاب پایا۔

1- الوصیت، صفحہ ۱۰

حضرت مرزا صاحب دیگر اولیاء اور صوفیاء کی طرز پر یہاں لفظ نبی کا استعمال فرمارہے ہیں۔ اپنے لیے بھی اور دوسرے بزرگان دین کے لیے بھی۔

تو اب جماعت ربوہ کے بھائی سوچیں جو یہ کہتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب کے علاوہ اور کوئی اس امت میں اس طرح کا مدعی نہیں گزرا اور کسی نے بھی اسی طرح فنا فی الرسول اور ظلی بروزی نبی ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔

میں یہاں صرف چند بزرگان دین کے حوالہ جات پیش کرتا ہوں مگر قطع نظر ان حوالہ جات کے جماعت احمدیہ کے لیے صرف حضرت مرزا صاحب کا مندرجہ بالا ایک حوالہ ہی کافی ہے۔

ایک نشان ہی کافی ہے
گر دل میں ہو خوفِ کردگار

حضرت سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

✷ "مَنَّ اللّٰہُ تَعالیٰ عَلَیَّ بِالمُجاوَرَۃِ بَطِیّبَۃِ المُبارَکَۃِ فَکُنتُ یَومًا فِی الخُلوَۃِ مُتَوَجِّھاً اذکراللّٰہ تعالیٰ فَاَخَذَنِی الحقِ تَعالیٰ عَنِ العَالَمِ وَ عَن نَفسِی ثُمَّ ردنی و انا اَقُولُ لَو کَانَ مُوسٰی بنَ عِمرَانٍ حَیًّا مَا وَسعَہ اِلَّا اتِبّاعِی علی طریق الانشاء ولا علی طریق الحکایت فعلمت ان ھذا لمقولۃ من بقایا تلک الاخذۃ وَ اِنّی کُنتُ فَانِیًا فِی رَسُولِ اللّٰہ ﷺ وَلَم اَکُن فِی ذٰلِکَ الوَقتَ فُلَانًا وَ اِنَّمَا کُنتَ مُحَمَّدًا۔

"اللہ تعالیٰ نے مجھ پر مدینہ مبارکہ طیبہ کی مجاورت کا احسان کیا اور میں ایک دن خلوت میں اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مَیں مشغول تھا پھر کھینچ لیا اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اس عالم سے اور میرے نفس کو پھر مجھ کو لوٹا دیا اور اس وقت میں یہ کہتا تھا کہ اگر موسیٰ بن عمران زندہ ہوتا تو اس کو میری تابعداری کرنی پڑتی اور یہ بات میں بطور انشاء کہہ

رہا تھا نہ بطور حکایت۔ پس میں نے جان لیا کہ تحقیق یہ بات بوجہ خدائی کشش کے نتیجہ کے ہے اور تحقیق میں رسول اللہ ﷺ میں فانی تھا اور اس وقت میں فلاں (یعنی عبد القادر) نہ تھا اور یقیناً اس وقت میں محمد تھا۔" [1]

حضرت سید ولی اللہ شاہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"الحدیث ثلثون" بلغنی عن سیدی العم انہ قال رایت النبی ﷺ فی النوم فلم یزل یدنینی منہ حتی صوت نفسہ.

"تیسویں حدیث" مجھے میرے چچا سے خبر ملی کہ میں نے نبی ﷺ کو خواب میں دیکھا پھر ہمیشہ اپنے نزدیک فرماتے رہے حتی کہ میں آپ کا نفس ہو گیا (یعنی فنا فی الرسول ہو گیا)۔" [2]

حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"بہتیرے ایسے مزکی اور مصفی ہوں گے کہ ان کو انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مشابہت ہو گی اور رسالت کا ظل ہوں گے اور جس موقعہ سے انبیاء لوگ علوم غیبیہ اخذ کرتے تھے اسی جگہ سے یہ لوگ بھی حاصل کریں گے اس واسطے یہ لوگ انبیاء کے استاد بھائی کہلاتے ہیں۔ الغرض یہ لوگ اس درجہ کے ہوتے ہیں کہ اگر نبی کا ہونا ختم نہ ہوتا تو منصب نبوت پر یہ لوگ قائم ہوتے۔ حاصل کلام ایسے لوگ قیامت تک ہوا کریں گے۔" [3]

الغرض حضرت مرزا غلام احمدؑ نے بھی انہی الفاظ اور اسی مفہوم میں لفظ نبی کا استعمال کیا ہے جس میں ان بزرگان دین نے کیا ہے۔ اس کے علاوہ کچھ نہیں۔ آپ نے بھی انہی صوفیاء کی اصطلاح استعمال کی جس کا ذکر اوپر کے حوالہ جات میں پایا

1- سیف الربانی، صفحہ ۱۰۰، مصفنہ الشیخ سید محمد مکی بن سید مصطفی

2- طبقات الاولیاء، صفحہ ۴۸۶، اردو ترجمہ طبقات الکبریٰ مترجم سید عبد الغنی وارثی

3- مقدمہ تمہید صراط مستقیم، صفحہ ۱، مترجم عبد الجبار صاحب

جاتا ہے۔ یہ لفظ محض صوفیانہ اصطلاح ہے اس سے بڑھ کر کچھ نہیں۔

کتاب ایک غلطی کا ازالہ کا نفس مضمون:

حضرت مرزا غلام احمدؒ کی کتاب ایک غلطی کا ازالہ ایک ایسی کتاب ہے جس کا حوالہ جماعت ربوہ کے سادہ لوح بھائی اکثرت دیتے دکھائی دیتے ہیں۔ اور عام سطحی علماء، ظاہر پرست علماء کی طرح اس کتاب کی ایک سطر سے ایک لفظ نکال کر دکھاتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب نے اپنے آپ کو نبی کہا ہے۔ حالانکہ اس کتاب میں آپ نے نبوت کی نہیں سیرت صدیقیت کی وضاحت فرمائی ہے۔

جماعت ربوہ کے بھائیوں کے لیے عرض ہے کہ حضرت مرزا صاحب کی کتاب ایک غلطی کا ازالہ غور سے پڑھیں اور پھر فیصلہ کریں کہ اس کا نفس مضمون ہے کیا۔ محض علماءِ سُو کی طرح چند الفاظ کو نہ لیں بلکہ پوری کتاب کے اسلوب پر نظر ڈالیں۔ میں یہاں صرف ایک حوالہ نقل کرتا ہوں اس سے معاملہ سمجھنے میں آسانی ہو گی۔

”نبوت کی تمام کھڑکیاں بند کی گئیں مگر ایک کھڑکی سیرت صدیقیت کی کھلی ہے یعنی فنا فی الرسول کی۔ پس جو شخص اس کھڑکی کی راہ سے خدا کے پاس آتا ہے اس پر ظلی طور پر وہی نبوت کی چادر پہنائی جاتی ہے جو نبوت محمدی کی چادر ہے اس لیے اس کا نبی ہونا غیرت کی جگہ نہیں۔ کیونکہ وہ اپنی ذات سے نہیں بلکہ اپنے نبی کے چشمہ سے لیتا ہے اور نہ اپنے لیے بلکہ اسی کے جلال کے لیے۔ اسی لیے اس کا نام آسمان پر محمد اور احمد ہے۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ محمد کی نبوت آخر محمد کو ہی ملی۔ گو بروزی طور پر مگر نہ کسی اور کو۔ پس یہ آیت ﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ﴾ اس کے معنی یہ ہیں کہ لیس محمد ابا احدٍ من رجال الدنیا ولکن هواب لرجال الاخرۃ لانہ خاتم النبیین ولا سبیل الی فیوض اللہ من غیر توسطہ۔ غرض میری

نبوت اور رسالت باعتبار محمد اور احمد ہونے کے ہے، نہ میرے نفس کی رو سے اور یہ نام بحیثیت فنافی الرسول مجھے ملا ہے۔"

اب اہل علم و عقل و دانش غور کر کے بتائیں کہ حضرت مرزا صاحب کس مضمون کو بیان کر رہے ہیں۔ نبوت کو یا سیرت صدیقیت کو یعنی فنافی الرسول کے مقام کو۔ حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں جو بھی اس کھڑکی کی راہ سے آتا ہے اس کو یہ چادر پہنائی جاتی ہے یعنی صرف میں ہی نہیں تمام افراد محمدیہ جو بھی اس مقام کو حاصل کرنے کی سعی کرے گا وہ اس سے حصہ پائے گا۔ یعنی یہ فیضان عام ہے، صرف حضرت مرزا صاحب کی ذات تک محدود نہیں۔

پھر آپ فرماتے ہیں کہ یہ نام مجھے بحیثیت فنافی الرسول کے مقام سے ملا ہے۔ تو میری تمام قارئین کرام سے درخواست ہے کہ حضرت مرزا صاحب کی اس تحریر کو غور سے پڑھیں اور اس کتاب کے نفس مضمون کو سمجھنے کی کوشش کریں کہ حضرت مرزا صاحب صرف اور صرف مقام ولایت کی تشریح فرما رہے ہیں۔

حاصل کلام یہ کہ حضرت مرزا غلام احمدؒ نے کبھی نبوت کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ صرف اور صرف ولایت اور محدثیت کا دعویٰ کیا۔ آپ کی طرف دعویٰ نبوت منسوب کرنا محض غباوت اور حق سے دوری ہے۔

باب چہارم

اسمہ احمد کی پیشگوئی
کا اصل مصداق کون
ایک مغالطہ یا دھوکا دہی

تحریک احمدیہ کی دونوں جماعتوں میں اختلاف کے اسباب میں ایک اور بڑی وجہ قرآن کریم میں سورہ الصف کی آیت نمبر ۶ میں موجود پیشگوئی کی حقیقت اور اس کی تفسیر و تشریح کے متعلق ہے۔ قرآن کریم کی اس آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے بعد آنے والے ایک رسول کی خوشخبری دیتے ہیں۔

﴿وَاِذۡ قَالَ عِیۡسَی ابۡنُ مَرۡیَمَ یٰبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اِنِّیۡ رَسُوۡلُ اللّٰہِ اِلَیۡکُمۡ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیۡنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوۡرٰىۃِ وَ مُبَشِّرًۢا بِرَسُوۡلٍ یَّاۡتِیۡ مِنۡۢ بَعۡدِی اسۡمُہٗۤ اَحۡمَدُ ؕ فَلَمَّا جَآءَہُمۡ بِالۡبَیِّنٰتِ قَالُوۡا ہٰذَا سِحۡرٌ مُّبِیۡنٌ ۝۶﴾

ترجمہ: "اور جب عیسیٰ بن مریم نے کہا اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں، اس کی تصدیق کرتا ہوا جو میرے سامنے توریت سے ہے۔ اور ایک رسول کی خوشخبری دیتا ہوا جو میرے بعد آئے گا۔ اس کا نام احمد ہے سو جب وہ ان کے پاس کھلی دلیلیں لے کر آیا تو انہوں نے کہا یہ صریح جادو ہے۔" [61:6]

اس آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو بشارت دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میرے بعد ایک رسول آئے گا اس کا نام احمد ہو گا۔ مرزا محمود احمد مرحوم کے نزدیک اس آیت کا مصداق کون ہے۔ وہ ان کی تحریر سے سمجھ لیجیے۔

"یہ تبدیلی عقیدہ مولوی صاحب تین امور کے متعلق بیان کرتے ہیں۔ اول یہ کہ میں نے حضرت مسیح موعود کے متعلق یہ خیال پھیلایا ہے کہ آپ فی الواقع نبی ہیں۔ دوم یہ کہ آپ ہی آیت اسۡمُہٗۤ اَحۡمَدُ کی پیشگوئی مذکورہ قرآن کریم (سورہ صف آیت ۶) کے مصداق ہیں۔۔۔۔۔"

"۔۔۔۔۔اور ثانی الذکر عقیدہ جیسا کہ خود میں نے اپنے لیکچروں میں بیان کیا ہے جو چھپ بھی چکے ہیں۔ حضرت مسیح موعود کی وفات کے بعد حضرت استاذی المکرم خلیفۃ المسیح الاول سے گفتگو اور ان کی تعلیم کا نتیجہ ہے"۔ (1)

پھر ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

میں اور مضمون بیان کرنا چاہتا تھا لیکن موجودہ اختلاف کی وجہ سے دو اختلافی مسائل پر کچھ بیان کرنا ضروری خیال کرتا ہوں اور پہلے انہی کو شروع کرتا ہوں۔

پہلا مسئلہ یہ ہے کہ آیا حضرت مسیح موعود کا نام احمد تھا یا آنحضرت ﷺ کا اور کیا سورۂ صف کی آیت جس میں ایک رسول کی جس کا نام احمد ہوگا بشارت دی گئی ہے، آنحضرت ﷺ کے متعلق ہے یا حضرت مسیح موعود کے متعلق؟

اسمہ احمد کی پیشگوئی کا مصداق حضرت مسیح موعود نہیں ہیں

"میرا یہ عقیدہ ہے کہ یہ آیت مسیح موعود کے متعلق ہے اور احمد آپ ہی ہیں لیکن اس کے خلاف کہا جاتا ہے کہ احمد نام رسول کریم ﷺ کا ہے۔ اور آپ کے سوا کسی اور شخص کو احمد کہنا آپ کی ہتک ہے۔ لیکن میں جہاں غور کرتا ہوں میرا یقین بڑھتا ہے اور میں ایمان رکھتا ہوں کہ احمد کا لفظ جو قرآن کریم میں آیا ہے وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق ہی ہے۔" (2)

اگر معاملہ صرف اس قدر ہوتا کہ مرزا محمود احمد مرحوم اس نکتے کو محض ایک تفسیر و تشریح تک رکھتے تو بات اور تھی۔ مگر نہ صرف انہوں نے یہ کہ اس آیت کا مصداق حضرت مرزا صاحب کو قرار دیا بلکہ اس پر ایک پوری کتاب انوار خلافت

1- آئینہ صداقت۔ صفحہ 35

2- انوار خلافت۔ صفحہ 18

کے نام سے شائع ہوئی جو کہ ان کی تقاریر کا مجموعہ ہے۔ جس میں مرحوم نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ مرزا غلام احمدؑ کا نام غلام احمد نہیں بلکہ احمد تھا۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے ۔

خود کو نہیں بدلتے قرآن کو بدل دیتے ہیں

مرزا محمود احمد مرحوم ایک طرف تو خود ہی حضرت مرزا صاحب کو حکم عدل تصور کرتے ہیں اور دوسری طرف ان کی تعلیم اور تشریح کے خلاف اپنی من پسند تاویلات گھڑنے سے بھی باز نہیں آتے۔ میں قرآن کریم کی اس آیت کے بارے میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب کا حوالہ نقل کرتا ہوں تاکہ قارئین کو علم ہو سکے کہ حضرت مرزا غلام احمدؑ اس آیت میں لفظ "احمد" سے کیا مراد لیتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

"۔۔۔۔ مسیح کی گواہی قرآن کریم میں اس طرح پر لکھی ہے وَ مُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ یعنی میں ایک رسول کی بشارت دیتا ہوں جو میرے بعد یعنی میرے مرنے کے بعد آئے گا اور نام اس کا احمدؐ ہو گا۔ پس اگر مسیح اب تک اس عالم جسمانی سے گزر نہیں گیا تو اس سے لازم آتا ہے کہ ہمارے نبی ﷺ بھی اب تک اس عالم میں تشریف فرما نہیں ہوئے۔ کیونکہ نص اپنے کھلے کھلے الفاظ بتلا رہی ہے کہ جب مسیح اس عالم جسمانی سے رخصت ہو جائے گا تب آنحضرت ﷺ اس عالم جسمانی میں تشریف لائیں گے۔ وجہ یہ کہ آیت میں آنے کے مقابل پر جانا بیان کیا گیا ہے۔۔۔۔۔" (1)

اس تحریر کو تمام اہل حق اور منصف مزاج حضرات غور سے پڑھیں اور فیصلہ کریں کہ حضرت مرزا صاحب اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ کی پیشگوئی کا مصداق اپنے آپ کو قرار

1- دافع الوساوس، آئینہ کمالات اسلام، صفحہ ۴۲

دیتے ہیں یا کہ اس سے مراد حضرت نبی کریم ﷺ کی ذات کو لیتے ہیں جن کا دوسرا نام احمدؐ تھا۔

حضرت مرزا صاحب تو اس آیت کی تشریح میں یہ فرمارہے ہیں کہ اس جگہ احمد سے مراد حضرت نبی کریم ﷺ کی ذات ہے اور اس آیت کو وفات عیسیٰ پر بطور دلیل پیش کرتے ہیں۔

ایک اور اہم بات یہ ہے کہ اس آیت کا سیاق و سباق ہی صاف بتاتا ہے کہ اس آیت میں پیشگوئی ایک بنی اسرائیل کا نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل سے خطاب فرمارہے ہیں نہ کہ امت محمدیہ سے۔ اس سے مراد حضرت مرزا صاحب کی ذات تو کسی طرح بھی نہیں لی جاسکتی۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو خوش خبری دیتے ہیں کہ میرا جانشین آئے گا جو تمہیں حق دکھائے گا۔ حضرت مرزا صاحب تو خود امت محمدیہ کا ایک فرد ہیں۔

اب ہم مرزا محمود احمد مرحوم کے اس دعویٰ پر بحث کرتے ہیں کہ حضرت مرزا غلام احمدؒ کا نام غلام احمد نہیں بلکہ احمد تھا۔ اس سلسلے میں سب سے پہلے

حضرت مولانا نورالدینؒ کی رائے: آپ کا نام احمد نہیں بلکہ غلام احمد ہے

ایک شخص نے چند سوالات لکھ کر حضرت مولوی نورالدینؒ کی خدمت میں روانہ کیے جن میں سے ایک سوال معہ جواب کے نقل کرتا ہوں۔

”سوال: دو چار لاکھ مسلمانوں کو میرزا صاحب کو تسلیم کرنا مرزا صاحب کو حضرت مخبر صادق رسول مقبول ﷺ کا بروز ثابت نہیں کرسکتا۔ کیونکہ آنجنابؐ کو جو کامیابی ہوئی اس کو مرزا صاحب کی کامیابی سے کیا نسبت۔

جواب: وباللہ التوفیق۔ شاید سائل نے بروز کے معنی یہ سمجھے ہیں کہ بروز اور اصل دونوں بعینہٖ ہر ایک کام میں یکساں ہوتے ہیں یہ نہایت غلط ہے مساوات نہیں

ہوتی اور ہر گز نہیں ہوتی۔ حضرت رسول کریم ﷺ صاحب شریعت ہیں اور حضرت امام (حضرت مرزا غلام احمدؑ: ناقل) صاحب شریعت نہیں بلکہ اسی شریعت کے تابع خادم ہیں۔ اس واسطے غلام احمد نام ہے ورنہ احمد نام ہوتا۔ کیا غلام اور آقا دونوں مساوی ہوا کرتے ہیں؟ ہر گز نہیں"۔ [1]

حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے اپنی ساری تصانیف میں کہیں بھی اپنے آپ کو احمد نہیں کہا اور بعینہٖ لفظ غلام احمد لکھا ہے۔

آپ فرماتے ہیں:

"فاعلموا یا اخوان ان اسمی غلام احمد و اسم ابی غلام مرتضی و اسم ابیه عطا محمد و کان عطا محمد ابن گل محمد۔"[2]

ترجمہ: "اے بھائیو! جان لو میرا نام غلام احمد، میرے والد کا نام غلام مرتضیٰ اور میرے دادا کا نام عطا محمد اور میرے پر دادا کا نام گل محمد تھا"۔

تاہم بالکل جس طرح مُلّا کسی دلیل کو نہیں مانتا اور بحث کرتے وقت وہ صرف اور صرف صیغوں اور لغت میں پناہ ڈھونڈتا ہے۔ اسی طرح مرزا محمود احمد مرحوم نے بھی کیا۔ اور اس آیت کا مصداق حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو قرار دینے کے لیے آپ نے بے شمار دلائل دیے جن پر بحث کرنا بھی وقت کا ضیاع ہے۔ کیونکہ خدا خود فیصلے کرتا ہے اور انسانوں کو ان کی غلطیوں پر بھی مطلع فرما دیتا ہے۔ یہی مرزا محمود احمد مرحوم جنہوں نے اس آیت پر ایک لمبی چوڑی بحث کی ہے جب انہوں نے قرآن مجید کی تفسیر تفسیر صغیر کے نام سے لکھی تو اس میں آیت کی تشریح میں کیا فرماتے ہیں وہ ملاحظہ فرمائیں اور فیصلہ خود کریں کہ حق کیا ہے اور سچ

1- الحکم، جلد ۱۲، نمبر ۲۸، مورخہ ۱۸ اپریل ۱۹۰۸ء، صفحہ ۱۰، کالم ۱

2- التبلیغ، آئینہ کمالات اسلام، صفحہ ۱۷۷

کیاہے۔

''اس آیت میں رسول کریم ﷺ کی پیشگوئی ہے جو انجیل برنباس میں لکھی ہوئی ہے۔ عیسائی اس کو جھوٹی انجیل قرار دیتے ہیں۔ مگر یہ پوپ کی لائبریری میں پائی جاتی ہے۔اس کے علاوہ یہ بھی دلیل ہے کہ مروجہ اناجیل میں ''فارقلیط'' کی خبر دی گئی ہے جس کے معنی ''احمد'' ہی کے بنتے ہیں۔ پس اس آیت میں رسول کریم ﷺ کی بلاواسطہ اور آپ کے ایک بروز کی جس کا ذکر اگلی سورۃ میں ہے بالواسطہ خبر دی گئی ہے۔'' (1)

یہاں وہ خود فرمارہے ہیں کہ اس آیت میں پیشگوئی حضرت نبی کریم ﷺ کے بارے میں ہے تو اس قدر بحث اور اس قدر غدر مچانے کی کیا ضرورت تھی۔ میری استدعا ہے کہ اہل علم حضرات مرزا محمود احمد مرحوم کتابوں کا مطالعہ ضرور کریں تاکہ وہ بھی ان کے دلائل سے واقف ہو سکیں۔

اب میری اپنے ربوہ جماعت کے بھائیوں سے درخواست ہے کہ قرآن کا حکم مانیں وہ یہی ہے کہ جب حق آشکار ہو جائے تو پھر باطل کو چھوڑ دیں۔ میں آپ کو بالکل اس بات کی دعوت نہیں دیتا کہ آپ خود ساختہ خلافت کی برکات سے مستفید نہ ہوں، ضرور اس سے مستفید ہوں مگر کچھ حصہ خدا کے لیے بھی چھوڑ دیں کیونکہ جان اس کو دینی ہے، حساب اس کو دینا ہے۔

1- تفسیر صغیر، صفحہ 743

باب پنجم

خلافت

ایک معمہ نہ سمجھنے کا نہ سمجھانے کا

وہ رونا جو مدتوں بعد رویا گیا

اگرچہ اختلاف سلسلہ احمدیہ میں اس باب کی قطعاً ضرورت نہ تھی تاہم چند وساوس کو دور کرنے لیے اس کو شامل کیا جارہاہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اختلاف سلسلہ احمدیہ میں اس بحث کو کبھی اہمیت حاصل نہیں رہی اور نہ ہی ہے۔ اس کا اصل ثبوت یہ ہے کہ دونوں جماعتوں کی طرف سے اس پر کوئی ایک بھی قابل ذکر کتاب نہیں لکھی گئی۔

دوسری دلیل یہ کہ اختلاف کی وجوہات جن کا ذکر مولانا محمد علیؒ کی کتابوں اور جن کا ذکر مرزا محمود احمد مرحوم کی کتابوں میں ملتاہے ان میں اس موضوع کو باعث اختلاف نہیں سمجھا گیا۔ بلکہ مرزا محمود احمد مرحوم نے تو رسالہ ''اظہار حقیقت'' میں اس کو خود تسلیم کیاہے کہ حضرت مولانا محمد علیؒ نے کبھی بھی خلافت کا دعویٰ نہیں کیا تھا۔ ملاحظہ فرمایئے:

✵ ''اعتراض نمبر ۵: احمدیوں میں جو شورش ہے اس کا سبب یہ ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح کے بعد مولوی محمد علی صاحب کی نسبت خلافت کا خیال تھا اور ہر کہ ومہ کی نظر آپ پر لگی ہوئی تھی۔ اس پر حاسدوں نے شرارت شروع کردی۔

جواب نمبر اول: **حضرت مولوی محمد علی صاحب نے کبھی خلافت کا دعویٰ نہیں کیا۔ پھر تجھے اس بحث کا حق ہی کیا ہے۔ وہ خدا تعالیٰ کے فضل سے زندہ ہیں ان سے پوچھ کہ کیا وہ دعویٰ کرتے ہیں۔ اگر نہیں تو تجھے خوامخواہ کیوں جوش کودا۔''** [1]

مگر افسوس کہ جماعت ربوہ کے بھائیوں میں جس سے پوچھیں کہ اختلاف کی وجہ کیا تھی تو اس کا پہلا جواب یہی ہوتا ہے کہ دونوں حضرات خلافت کے مدعی تھے۔ جب حضرت مولانا محمد علیؒ کو خلیفہ نہیں بنایا گیا تو وہ علیحدہ ہوگئے۔ افسوس صد افسوس! مجھے امید ہے کہ مندرجہ بالا حوالہ پڑھ کر میرے جماعت ربوہ کے بھائی

1- اظہار حقیقت، صفحہ ۱۱۰

حقیقت جان لیں گے۔

زبان کو تھام لو اب بھی اگر کچھ بوئے ایمان ہے

اب میں صرف اس حقیقت پر بحث کروں گا کہ آیا خلفاء جماعت احمدیہ ربوہ کا چناؤ کیا جاتا ہے یا جیسے کہ میرے ان معصوم بھائیوں کے ذہنوں کو جکڑ کر یہ سبق رٹا دیا گیا ہے کہ خلیفہ تو خدا بناتا ہے۔ لہٰذا یہ تمام خلفاء خدا کے منتخب کردہ ہیں۔ اس کی اصل حقیقت تو صرف اس امر سے ہی لگائی جاسکتی ہے کہ جب حضرت مولانا نورالدینؓ کو خلیفہ منتخب کیا گیا تو اس وقت کیا طریقہ کار بروئے کار لایا گیا۔ کیا حضرت مرزا غلام احمدؑ کی وفات کے بعد حضرت مولانا نورالدینؓ نے اعلان کر دیا کہ بھائیو! مجھے خدا نے اطلاع دی ہے کہ میں آج سے تمہارا خلیفہ ہوں۔ یا کہ درج طریقہ کار اختیار کیا گیا۔

✵ "برادران! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ حضرت سیدی و مولای عالی جناب مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام بتاریخ ۲۵ ماہ ربیع الآخر ۱۳۲۶ ہجری علی صاحبہا التحیۃ والسلام مطابق ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء بروز منگل بوقت 10:45 بجے صبح بمقام لاہور احمدیہ بلڈنگ میں اس دار فانی سے بعارضہ پرانی بیماری اسہال رحلت کر کے اپنے محبوب حقیقی سے جا ملے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ ۔ آپ کا جنازہ بذریعہ ریلوے گاڑی ۵ بجے شام کے لاہور سے بٹالہ لایا گیا اور اسٹیشن بٹالہ سے رات کے آخری حصہ میں احباب جنازہ کو اپنے کندھوں پر اٹھا کر قادیان لائے اور دارالامان قادیان میں بعد نماز جنازہ پانچ بجے شام کے درمیان بتاریخ ۲۷ مئی ۱۹۰۸ء بہشتی مقبرہ میں دفن کیے گئے اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جنازہ قادیان میں پڑھا جانے سے پہلے آپ کے وصایا مندرجہ رسالہ الوصیت کے مطابق حسب مشورہ معتمدین صدر انجمن احمدیہ

موجودہ قادیان و اقربا حضرت مسیح موعود بہ اجازت حضرت ام المومنین کل قوم نے جو قادیان میں موجود تھی اور جس کی تعداد اس وقت بارہ سو تھی عالی مناقب حاجی الحرمین شریفین جناب حکیم نورالدین صاحب سلمہ کو آپ کا جانشین اور خلیفہ قبول کیا اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ معتمدین جن میں سے ذیل کے اصحاب موجود تھے۔ مولانا حضرت مولوی سید محمد احسن صاحب، صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب، جناب نواب محمد علی خان صاحب، شیخ رحمت اللہ صاحب، مولوی محمد علی صاحب، ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب، ڈاکٹر سید محمد حسین صاحب، خلیفہ رشید الدین صاحب و خاکسار (خواجہ کمال الدین) موت اگرچہ بالکل اچانک تھی اور اطلاع دینے کا بہت ہی کم وقت ملا۔ تاہم انبالہ، جالندھر، کپورتھلہ، امرتسر، لاہور، گوجرانوالہ، وزیر آباد، جموں، گجرات، بٹالہ، گورداسپور مقامات سے معزز احباب آگئے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جنازہ ایک کثیر جماعت نے قادیان اور لاہور میں پڑھا۔ حضرت قبلہ حکیم الامت سلمہ کو مندرجہ بالا جماعتوں کے احباب اور دیگر کل حاضرین قادیان نے جن کی تعداد اوپر دی گئی ہے بالاتفاق خلیفۃ المسیح قبول کیا۔ یہ خط بطور اطلاع کے کل سلسلہ کے ممبران کو لکھا جاتا ہے کہ وہ اس خط کے پڑھنے کے بعد فی الفور حضرت حکیم الامت خلیفۃ المسیح والمہدی کی خدمت بابرکت میں بذات خود حاضر ہو کر یا بذریعہ تحریر حاضر ہو کر بیعت کریں۔ چندوں کے متعلق سردست یہ لکھا جاتا ہے کہ ہر قسم کے چندے جس میں چندہ لنگر خانہ بھی شامل ہے محاسب صدر انجمن احمدیہ قادیان کے نام حسب

معمول بھیجے جاویں۔ بیعت کے الفاظ حسب ذیل ہیں۔۔۔۔۔" (1)

خواجہ کمال الدین پلیڈر سیکرٹری انجمن احمدیہ

اب ذرا سارے اہل علم، اہل عقل و دانش اس بات پر غور فرمائیں کہ ایک ریزولیوشن پیش کیا جاتا ہے۔ حضرت مرزا غلام احمدؒ صاحب کی بیوہ اور دیگر احباب معتمدین کی رائے لی جاتی ہے اور پھر حسب مشورہ معتمدین صدر انجمن احمدیہ موجودہ قادیان اور مختلف جماعتوں کے احباب کے اتفاق رائے سے حضرت مولانا نورالدینؓ کو متفقہ خلیفہ منتخب کیا جاتا ہے۔ اگر اس طرح کے انتخاب اور چناؤ کو خدا کا انتخاب کہا جائے اور ان منتخب کردہ افراد کو خدا کا مقرر کردہ خلیفہ جانشین کہنا چاہیں تو کہہ لیں۔ مگر اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ یہ انتخاب افراد نے کیا تھا اور یہی طریق کار مرزا محمود احمد مرحوم کے انتخاب کے وقت پیش آیا تھا۔

میں نے الوصیت کو خوب پڑھا ہے۔ واقعی چودہ آدمیوں کو خلیفۃ المسیح قرار دیا ہے اور ان کی کثرت رائے کے فیصلہ کو قطعی فرمایا۔ اب دیکھو کہ انہی متقیوں نے جن کو حضرت صاحب نے اپنی خلافت کے لیے منتخب فرمایا اپنی تقویٰ کی رائے سے، اپنی اجماعی رائے سے ایک شخص کو اپنا خلیفہ و امیر مقرر کیا اور پھر نہ صرف خود بلکہ ہزارہا ہزار لوگوں کو اس کشتی پر چڑھایا جس پر خود سوار ہوئے۔" (2)

اب ذرا مرزا محمود احمد مرحوم کے انتخاب کی رُوداد آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔

انتخاب خلافت مرزا محمود احمد مرحوم

حضرت مولانا نورالدینؓ کی جاں فزا رحلت کے وقت ساری جماعت غم میں

1- اخبار بدر قادیان، مورخہ ۲ جون ۱۹۰۸ء

2- خطبات نور، صفحہ 419

ڈوبی ہوئی تھی۔ ان حالات میں مرزا محمود احمد مرحوم نے ایک نیا نقطہ نکال لیا کہ پہلے خلیفہ کی تدفین نہیں ہوسکتی جب تک کہ نیا خلیفہ منتخب نہ ہو جائے۔

اب میں ذیل میں مرزا محمود احمد مرحوم کے انتخاب خلافت کے بارے میں دو حوالے پیش کرتا ہوں تاکہ قارئین کو بخوبی اندازہ ہوسکے کہ یہ انتخاب کس طرح ہوا اور کیا ان حالات میں سے گزر کر اور اس طرح کے طریق انتخاب کے بعد یہ کہنا درست ہے کہ ان کو خلیفہ خدا نے مقرر کیا۔ پہلا حوالہ حضرت مولانا محمد علیؒ اور دوسرا حوالہ مرزا محمود احمد مرحوم کا پیش خدمت ہے کہ دونوں کا موازنہ بھی کیا جاسکے اور اصل حقیقت سے آگاہی بھی۔

✱ "اسی دن بعد از نماز عصر ہم پانچ احباب جو وہاں موجود تھے نواب صاحب کے مکان کی طرف گئے تاکہ آئندہ جو سلسلہ کی حالت ہو گی اس کے متعلق گفتگو کی جائے۔ ہمارے وہاں پہنچنے سے پیشتر میاں صاحب اکیلے سیر کے لیے موضع کھارا کی طرف نکل گئے تھے۔ میں نے بھی احباب سے یہی کہا کہ اس وقت جماعت میں مسئلہ کفر و اسلام کی وجہ سے دو فریق علی الاعلان ہو چکے ہیں اس لیے آئندہ کے لیے جو نظام ہو گا وہ غور طلب ہے۔ کوئی ایسی صورت سوچنی چاہیے کہ جماعت کا اتحاد قائم رہے۔ میاں صاحب نے میری باتوں کا جواب یہ دیا کہ ایک خلیفہ منتخب کر لیا جائے جس کے ہاتھ پر دونوں فریق بیعت کر لیں۔ اور جو وہ کہے وہ مانیں۔ اسی صورت میں اتحاد رہ سکتا ہے۔ جواباً میں نے کہا کہ یہی تو دقت ہے کہ دونوں فریق ایک آدمی کے ہاتھ پر بیعت نہیں کر سکتے۔ اس لیے کہ میں کم از کم ایسے شخص کو اپنا مرشد نہیں مان سکتا جو اہل اسلام کی تکفیر کا فتویٰ دیتا ہو۔ علیٰ ہذا القیاس۔ دوسرا فریق کسی ایسے شخص کے ہاتھ پر کس طرح بیعت کر سکتا ہے جو ان کے نزدیک اتنے اہم معاملہ میں غلطی پر ہے۔ باتوں باتوں میں مَیں نے میاں صاحب کو کہا کہ اس مشکل کا حل دو طرح پر ہو سکتا

ہے۔ اول یہ کہ اس وقت ایک امیر کا انتخاب کرلیا جائے اور بیعت کو لازمی قرار نہ دیا جائے۔ جو شخص چاہے بیعت کرے جو نہ چاہے نہ کرے۔ جب اس واقعہ پر کچھ وقت گزر جائے تو مسئلہ کفر و اسلام پر فریقین اپنی اپنی دلیلیں پیش کریں۔ اسی طرح سے ممکن ہے کہ دلائل کا غلبہ ایک طرف دیکھ کر ساری جماعت ایک ہی مسلک اختیار کرے۔ اس کا جواب میاں صاحب نے یہ دیا کہ جو شخص خلیفہ کی بیعت نہ کرے وہ سلسلہ میں نہیں رہ سکتا۔ اس لیے یہ ناممکن العمل ہے۔ دوسری تجویز میں نے یہ پیش کی کہ سردست کوئی انتخاب نہ کیا جائے۔ چودہ دن کم سے کم مہلت دی جائے اور جماعت کے اہل الرائے احباب کو اکٹھا کر کے مشورہ کیا جائے کہ اس دقت کا کیا علاج ہو۔ اس کا جواب میاں صاحب نے یہ دیا کہ اتنے دن انتظار نہیں کرسکتے۔ کیونکہ جب تک دوسرے خلیفہ کا انتخاب نہ ہو جائے پہلا خلیفہ دفن نہیں ہو سکتا۔[1] اور اتنے دن لاش نہیں رہ سکتی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ حل مشکلات کی کوئی صورت پیدا نہ ہوئی۔

اگلے دن پھر ہم پانچوں احباب نواب صاحب کے مکان پر پہنچے اور اس معاملے میں کچھ گفتگو کرنی چاہی۔ مگر یہ کوشش بھی بیکار ثابت ہوئی۔ آخر کار نماز عصر کے بعد جلسہ لگا۔ نواب صاحب نے اٹھ کر وصیت پڑھی۔ مولانا محمد احسن صاحب نے میاں محمود احمد صاحب کا نام خلافت کے لیے تجویز کیا۔ میں نے کھڑے ہو کر چاہا کہ ان باتوں کا ذکر کروں جو مجھ میں اور میاں صاحب میں ہوئی تھیں مگر چند آدمیوں نے اٹھ کر شور مچا دیا کہ ہم ہرگز نہیں سنیں گے اور ادھر تخت خلافت مبارک کے

1- میاں محمود احمد صاحب کا یہ بیان خود حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے فعل سے مطابقت نہیں کھاتا۔ حضرت عمرؓ نے زخمی ہونے کے بعد اور اپنی وفات سے پہلے چھ بڑے صحابیوں کا ایک بورڈ بنایا اور ان کو ہدایات کیں کہ وہ موزوں خلیفہ منتخب کریں۔ حضرت عمرؓ وفات پا گئے۔ حضرت صہیبؓ نے نماز جنازہ پڑھائی اور آئندہ خلیفہ (حضرت عثمانؓ) کا انتخاب بعد میں ہوا۔

آوازے شروع ہو گئے۔ میاں صاحب نے خاموشی سے ان باتوں کو سنا اور اس قدر بھی لب نہ ہلا سکے کہ ان کی بات تو سن لو۔ ہم وہاں سے اٹھ کر چلے آئے۔ ''[1]

اسی واقعہ اور انتخاب کے متعلق مرزا محمود احمد مرحوم کی رائے اور ان کا مؤقف بھی ضروری ہے۔ اب ذیل میں مرزا محمود احمد مرحوم کا حوالہ نقل کرتا ہوں۔

✵ ''ظہر کے بعد میں نے اپنے تمام رشتہ داروں کو جمع کیا اور ان سے اس اختلاف کے متعلق مشورہ طلب کیا۔ بعض نے رائے دی کہ جن عقائد کو ہم حق سمجھتے ہیں ان کی اشاعت کے لیے ہمیں پوری کوشش کرنی چاہیے اور ضرور ہے کہ ایسا آدمی خلیفہ ہو جس سے ہمارے عقائد متفق ہوں۔ مگر میں نے سب کو سمجھایا کہ اصل بات جس کا اس وقت ہمیں خیال رکھنا چاہیے وہ اتفاق ہے۔ خلیفہ کا ہونا ہمارے نزدیک مذہباً ضروری ہے۔ پس اگر وہ لوگ اس امر کو تسلیم کر لیں تو پھر مناسب یہ ہے کہ اول تو عام رائے لی جاوے اگر اس سے وہ اختلاف کریں تو کسی ایسے آدمی پر اتفاق کر لیا جاوے جو دونوں فریق کے نزدیک بے تعلق ہو۔ اور اگر یہ بھی وہ قبول نہ کریں تو ان لوگوں میں سے کسی کے ہاتھ پر بیعت کر لی جاوے۔ اور میرے اصرار پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تمام اہل بیت نے اس بات کو تسلیم کر لیا۔ یہ فیصلہ کر کے میں اپنے ذہن میں خوش تھا کہ اب اختلاف سے جماعت محفوظ رہے گی مگر خدا تعالیٰ کو کچھ اور ہی منظور تھا۔

مولوی محمد علی صاحب اور ان کے ساتھیوں سے گفتگو

میں باہر آیا تو مولوی محمد علی صاحب کا رقعہ مجھے ملا کہ کل والی گفتگو کے متعلق ہم پھر کچھ گفتگو کرنی چاہتے ہیں۔ میں نے ان کو بلوا لیا اس وقت میرے پاس مولوی

1- حقیقت اختلاف، مصنفہ مولانا محمد علیؒ، صفحہ ۱۰۴ و ۱۰۵

سید محمد احسن صاحب، خان محمد علی خان صاحب اور ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب موجود تھے۔ مولوی صاحب بھی اپنے بعض احباب سمیت وہاں آگئے اور پھر کل کی بات شروع ہوئی۔ میں نے پھر اس امر پر زور دیا کہ خلافت کے متعلق آپ لوگ بحث نہ کریں۔ صرف اس امر پر گفتگو ہو کہ خلیفہ کون ہو اور وہ اس بات پر مصر تھے کہ نہیں ابھی کچھ بھی نہ ہو۔ کچھ عرصہ تک انتظار کیا جاوے۔ سب جماعت غور کرے کہ کیا کرنا چاہیے۔ پھر جو متفقہ فیصلہ ہو اس پر عمل کیا جاوے۔ میرا جواب وہی کل والا تھا اور پھر میں نے ان کو یہ بھی کہا کہ اگر پھر بھی اختلاف ہی رہے تو کیا ہوگا۔ اگر کثرت رائے سے فیصلہ ہونا ہے تو ابھی کیوں کثرت رائے پر فیصلہ نہ ہو۔ درمیان میں کچھ عقائد پر بھی گفتگو چھڑ گئی جس میں مولوی سید محمد احسن صاحب نے نبوت مسیح موعود پر خوب زور دیا اور مولوی محمد علی صاحب سے بحث کی اور میں امید کرتا ہوں کہ اگر مولوی محمد علی صاحب کو حلف دی جاوے تو وہ کبھی اس سے انکار نہ کریں گے۔ مگر میں نے اس بحث سے روک دیا کہ یہ وقت اس بحث کا نہیں۔ اس وقت جماعت کو تفرقہ سے بچانے کی فکر ہونی چاہیے۔ جب سلسلہ گفتگو کسی طرح ختم ہوتا نظر نہ آیا اور باہر بہت شور ہونے لگا اور جماعت کے حاضر الوقت اصحاب اس قدر جوش میں آگئے کہ دروازہ توڑے جانے کا خطرہ ہو گیا اور لوگوں نے زور دیا کہ اب ہم زیادہ صبر نہیں کر سکتے۔ آپ لوگ کسی امر کو طے نہیں کرتے اور جماعت اس وقت تک بغیر کسی رئیس کے ہے تو میں نے مولوی محمد علی صاحب سے کہا کہ بہتر ہے کہ باہر چل کر جو لوگ موجود ہیں ان سے مشورہ لے لیا جاوے۔ اس پر مولوی محمد علی صاحب کے منہ سے بے اختیار نکل گیا کہ آپ یہ بات اس لیے کہتے ہیں کہ آپ جانتے ہیں کہ وہ لوگ کسے منتخب کریں گے اس میں پر میں نے ان سے کہا کہ نہیں میں تو فیصلہ کر چکا ہوں کہ آپ لوگوں میں سے کسی کے ہاتھ پر بیعت کر لوں۔ مگر اس پر بھی انہوں نے یہی جواب دیا کہ نہیں آپ جانتے ہیں کہ

ان لوگوں کی کیا رائے ہے یعنی وہ آپ کو خلیفہ مقرر کریں گے۔ اس پر میں اتفاق سے مایوس ہو گیا اور میں نے سمجھ لیا کہ خدا تعالیٰ کا منشاء کچھ اور ہے کیونکہ باوجود اس فیصلہ کے جو میں اپنے دل میں کر چکا تھا میں نے دیکھا کہ یہ لوگ صلح کی طرف نہیں آتے اور مولوی محمد علی صاحب کے اس فقرہ سے میں یہ بھی سمجھ گیا کہ مولوی محمد علی صاحب کی مخالفت خلافت سے بوجہ خلافت کے نہیں بلکہ اس لیے ہے کہ ان کے خیال میں جماعت کے لوگ کسی اور کو خلیفہ بنانے پر آمادہ تھے۔ اور یہی بات درست معلوم ہوتی ہے کیونکہ اس سے چھ سال پہلے وہ اعلان کر چکے تھے۔ آگے اسی جگہ وہ فرماتے ہیں:

خلیفہ کا انتخاب

عصر کی نماز کا وقت تھا۔ عصر کی نماز پڑھ کر ڈیڑھ ہزار سے دو ہزار تک آدمیوں کے مجمع میں مکرمی خان محمد علی خان صاحب جاگیر دار مالیر کوٹلہ نے بحیثیت حضرت خلیفہ اول کے وصی ہونے کے مجلس میں آپ کی وصیت پڑھ کر سنائی اور لوگوں سے درخواست کی کہ وہ آپ کی وصیت کے مطابق کسی شخص کو آپ کا جانشین تجویز کریں۔ اس پر لوگوں نے میرا نام لیا۔ جس کے بعد مولوی محمد احسن صاحب نے کھڑے ہو کر ایک تقریر کی اور کہا کہ میرے نزدیک بھی یہی خلیفہ ہونے چاہئیں۔ اس پر لوگوں نے شور کیا کہ بیعت لی جاوے۔ میں نے اس امر میں پس و پیش کیا اور باوجود لوگوں کے اصرار کے انکار کیا۔ مگر لوگوں کا جوش اسی طرح زور پر تھا جس طرح حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے وقت میں اور وہ ایک دوسرے پر ٹوٹے پڑتے تھے اور بعض لوگوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر کھینچا کہ آپ بیعت لیں۔ میں نے پھر بھی پس و پیش کیا تو بعض لوگوں نے جو قریب بیٹھے ہوئے تھے اصرار کیا کہ جماعت کی حفاظت اور بچاؤ کے لیے آپ ضرور بیعت لیں اور میں نے دیکھا کہ لوگ بیعت کے جوش میں اس قدر بھرے ہوئے تھے اور آگے کی طرف بڑھ رہے تھے کہ میں

بالکل آدمیوں میں چھپ گیا اور اگر بعض لوگ ہمت کر کے میری پیٹھ کے پیچھے حلقہ نہ بنالیتے تو قریب تھا کہ میں کچلا جاتا۔ مجھے بیعت کے الفاظ یاد نہ تھے اور میں نے اسی بات کو عذر بنانا چاہا اور کہا کہ مجھے بیعت کے الفاظ یاد نہیں ہیں۔ اس پر مولوی سید سرور شاہ صاحب نے کہا کہ میں الفاظ بیعت دہراتا جاؤں گا آپ بیعت لیں۔ تب میں نے سمجھا کہ خدا تعالیٰ کا یہی منشاء ہے اور اس کے منشا کو قبول کیا اور لوگوں سے بیعت لی۔ اور جو ازل سے مقدر تھا باوجود میرے پہلو تہی کرنے کے ظہور میں آیا۔

ان دو ہزار کے قریب آدمیوں میں سے جو اس وقت وہاں موجود تھے صرف پچاس کے قریب آدمی ہوں گے جو بیعت سے باز رہے۔ باقی سب لوگ بیعت میں داخل ہوئے اس کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الاول کا جنازہ پڑھا گیا۔

بیعت ہو گئی اور اس سے زیادہ لوگوں نے بیعت کی جنہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح اول کی بیعت کی تھی اور اس سے زیادہ مجمع نے بیعت پر اتفاق کیا۔ جتنے مجمع نے کہ حضرت خلیفہ اول کی بیعت پر اتفاق کیا تھا۔ مگر باوجود اس کے مولوی صاحب اور آپ کے رفقا کی تسلی نہ ہوئی اور انہوں نے اس سب کارروائی کو منصوبہ قرار دیا اور تمام جماعت کو اطلاع دی گئی کہ خلافت کا فیصلہ کوئی نہیں ہوا۔ قادیان میں جو کارروائی ہوئی سب دھوکا اور سازش کا نتیجہ تھی۔" (1)

ان حوالہ جات سے جہاں یہ پتہ چلتا ہے کہ کس نے کیا کیا، وہیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ خلیفہ یا جماعت کے HEAD کا انتخاب کس طرح ہوا تھا۔ یہ تو ایک حقیقت ہے کہ یہ سب افراد اس جہان فانی سے رخصت ہو چکے ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی زندہ نہیں۔ کس نے کس نیت سے کام کیا تھا وہ خدا تعالیٰ کے ہاں ریکارڈ ہے۔ اس کی جزا و سزا بھی اس کے ہاتھ میں ہے۔

مگر میرا نقطہ یہاں صرف ایک ہے کہ یہ جو کہا جاتا ہے اور میرے جماعت ربوہ

1- آئینہ صداقت، صفحہ 187 تا 191

کے معصوم بھائیوں کے قلوب و اذہان میں ڈال دیا گیا ہے کہ خلیفہ خدا بناتا ہے یہ نقطہ کہاں سے آ گیا؟ اس قدر مشاوت ہو رہی ہے، لوگوں سے باہم بات چیت ہو رہی ہے اور مرزا محمود احمد مرحوم کا نام خلافت کے لیے مولوی محمد احسنؒ پیش کرتے ہیں اور پھر ایک مجمع میں یہ ساری تقریب منعقد ہوتی ہے کچھ لوگ مخالفت کرتے ہیں اور پھر بھی تصور کیا جاتا ہے کہ خلیفہ خدا نے بنایا اور چنا۔ اس تعریف کی رُو تو سے تو تمام صدور یا وزرائے اعظم سب ہی خدا کے منتخب کردہ ہیں۔ پھر اس تعریف کی رو سے تو جماعت احمدیہ لاہور کے تمام امیر جماعت بھی خدا کے منتخب کردہ کہلانے کے مستحق ہیں۔

مگر حقیقت یہ نہیں۔ دونوں جماعتوں کے سربراہان ان جماعتوں کے ممبران کے منتخب کردہ اور جماعت کے تائید یافتہ ہیں۔ تمام ممبران جماعت نے ان کو اپنے سے اور دوسروں سے بہتر سمجھا اور ان کو اپنا سربراہ مقرر کر دیا۔ اس طرح یہ سربراہان اپنی اپنی جماعتوں کے ممبران کے تائید یافتہ ہیں نہ کہ خدا کے مقرر کردہ۔

جماعت ربوہ کے بھائیوں کا یہ کہنا کہ یہ خلفاء آیت استخلاف کے مصداق ہیں صریحاً غلط اور حقائق سے دوری ہے۔ قرآن میں وعدہ اس طرح ہے:

﴿ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۪ وَ لَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَ لَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا ؕ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ۝۵۵ ﴾ [24:55]

ترجمہ: ''اللہ نے تم میں سے ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائے اور اچھے عمل کرتے ہیں وعدہ کیا ہے کہ وہ انہیں زمین میں خلیفہ بنائے گا، جیسا انہیں خلیفہ بنایا جو ان سے پہلے تھے اور وہ ان کے لیے ان کے دین کو جو اس نے ان کے لیے پسند کیا ہے مضبوطی سے قائم کر دے گا اور وہ ان کے لیے ان کے خوف کے بعد بدل کر امن (کی حالت) کر دے گا وہ میری عبادت کریں گے، میرے ساتھ کسی کو شریک

نہ کریں گے اور جو کوئی اس کے بعد کفر ے کرے تو وہی نافرمان ہیں۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ اپنے خلفاء چنے گا اور انہیں اصلاح و رشد و ہدایت کا کام سپرد کرے گا۔ یہ خلفاء کون ہیں۔ اب چونکہ نبوت کا دروازہ بند ہو گیا ہے اور اصلاح خلق کے لیے صرف اور صرف مجددین، مصلحین اور محدثین ہی مبعوث ہوں گے اس لیے یہی خدا کے خلیفے ہوں گے۔ ان کے انتخاب کے لیے افراد کو اکٹھا کرنے کی ضرورت نہیں ہو گی۔ وہ خود ببانگ دہل دعویٰ کریں گے

منم مسیح ببابانگ بلند مے گویم
منم خلیفہ شاۓ کہ بر سما باشد

یہ خلفاء وہ مجددین و محدثین ہیں جنہوں نے دعویٰ کیا کہ وہ خدا کی طرف سے مبعوث کیے گئے ہیں۔ کیا حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے اپنا دعویٰ مجددیت و محدثیت کسی کے مشورہ سے کیا تھا یا یہ اعلان فرمایا تھا کہ خدا نے مجھے اس امت کی اصلاح کے لیے وقت پر بھیجا ہے۔

مرزا ناصر احمد مرحوم کا انتخاب:

جماعت ربوہ کے تیسرے خلیفہ مرزا ناصر احمد مرحوم کے انتخاب کا طریق کار بھی ان کی جماعت کے لوگوں سے پوشیدہ نہیں۔ محترم مرزا رفیع احمد صاحب کا نام بھی خلیفہ کے لیے پیش ہوا تھا اور جماعت کے باقاعدہ ایک حصے نے ان کی حمایت بھی کی تھی۔ میں اس بحث میں نہیں پڑنا چاہتا کیونکہ یہ جماعت ربوہ کا اندرونی معاملہ ہے جسے وہ چاہیں اس منصب کے لیے اس کا انتخاب کریں۔ مگر معاملہ صرف اتنا ہے کہ ان کا بھی انتخاب جماعت کے افراد نے کیا۔ خدا نے ان کو اس منصب پر نہیں بٹھایا۔

مرزا طاہر احمد مرحوم کا انتخاب:

اب ذرا مرزا طاہر احمد مرحوم کے انتخاب پر نظر ڈالتے ہیں وہ کیسے منتخب کیے گئے۔ بقول ان کے انتخاب کا عمل اس طرح وقوع پذیر ہوا۔

In 1982 the 148 members of the Electoral College who had reached Rabwah had gathered in groups inside the mosque of Mubarak – the Companions of the Promised Messiah here, members of the Sadr Anjuman, the main organization of the Movement next to them and members of the Foreing Missions there. But all the groups intermingled at the edges.

Many names had been mentioned as that of the next khalifa. But now, explained Mirza Mubarak Ahmad, there was to be no discussion, no eulogies of any candidate or debate about reasons for voting for one candidate or the other. They were there to elect a new khalifa and God would guied them in the election. There was therefore no point in useless discussion. All that was needed was the proposal of the name of the person who they believed should be the next khalifa.

As he explained these points there was a constant hum of excitement. Zafrullah Khan was to describe vividly the intense excitement that pervaded the mosque during the election. He was also to describe equally vividly, but with less enjoyment, the overpowering heat that they suffered even inside the cool of the mosque. Leanly built at any time but now also shriveled and frail with the advance of years, Zafrullah Khan wore only a vest, shirt and baggy shalwar trousers, but nevertheless he was soon dripping with perspiration. His clothes, he recalled, were soaked – almost as though they had been dunked in a bucket of water.

Voting was to be done by raising a hand and certain members were detailed to count the hands and act as tellers. Mirza Mubarak Ahmad then asked for the first name.

Immediately a group of some fifty people shouted out a name.

Then Mirza Mubarak Ahmad asked for another name.

Again there was a sudden shout from a group of electors.

He asked for another name.

Again a name was shouted out.

He asked for another name.

This time there was silence. The choice of the new khalifa would be from these three names.

Mirza Mubarak Ahmad then said they would vote on the first name. The hands were raised. The tellers counted and went forward to give the results to Mirza Mubarak Ahmad.

He stood up and motioned for complete silence and the hum of noise died away. There was no need for any further voting, he said. Mira Tahir Ahmad was now the Fourth Khalifa. Out of 148 electors 130 had voted for him.

There was a great frisson of excitement and noise, but it quietened as Tahir stood erect and took the oath that would forever transform his life. For some 10 million people all over the world he was now no longer as other men.

He was A Man of God, a man to whose prayers God listened with special attention and affection, a man who could not only show the way to salvation but light the path. He could not only comfort the sick and the dying, but, if God so willed it, he could also cure the sick and the dying.

He was a man whom God would guide from now on in every decision he made. He might make a wrong decision but, God would ensure that the initial wrong decision became the right decision in the end.[1]

(ترجمہ) ”1982ء میں الیکٹورل کالج (انتخابی حلقہ) کے 148 ممبران ربوہ پہنچ چکے تھے اور مبارک مسجد کے اندر جمع تھے۔ مسیح موعود کے صحابہ، صدر انجمن کے ممبران جو کہ جماعت کی مرکزی تنظیم ہے اور بیرونی ممالک کے مشنز کے ممبران بھی وہاں موجود تھے۔ مگر تمام گروپ آپس میں مل جل گئے تھے۔

1- A Man of God, by Iain Adamson, Page 118 to120

نئے خلیفہ کے لیے بہت سارے نام پیش کیے گئے۔ اب مرزا مبارک احمد صاحب نے وضاحت پیش کی کہ کوئی بحث نہیں ہوگی۔ کسی بھی امیدوار کی کوئی تعریف و مدح نہیں ہوگی اور نہ ہی کسی امیدوار کو ووٹ دینے کے بارے میں وجوہات پر بحث ہوگی۔ وہ وہاں نئے خلیفہ کے انتخاب کے لیے اکٹھے ہوئے ہیں اور اللہ ان کی اس انتخاب میں رہنمائی کرے گا۔ اس لیے کسی بھی بے مقصد بحث کا کوئی فائدہ نہیں۔ جس امر کی ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ اس شخص کا نام پیش کیا جائے جو ان کے نزدیک اگلا خلیفہ ہو۔

جب وہ ان نکات کی وضاحت کررہے تھے تو اس وقت وہاں مسلسل جوش پایا جاتا تھا۔ سر ظفر اللہ خان (پہلے پاکستانی وزیر خارجہ: ناقل) نے بھی اس قابل دید جوش کو بڑی وضاحت سے بیان کیا ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ یہ جوش پوری مسجد میں سرایت کررہا تھا۔ انہوں نے اس حدت کو بھی بیان کیا جو کہ وہ اس وقت ٹھنڈی مسجد کے اندر محسوس کررہے تھے۔ وہ دبلے پتلے انسان تھے مگر اب وہ عمر رسیدہ ہونے کی وجہ سے کمزور اور نحیف بھی تھے۔ ظفر اللہ خان صرف ایک قمیص شلوار پہنے ہوئے تھے۔ مگر اس کے باوجود وہ پسینے سے شرابور تھے۔ ان کے کپڑے اس قدر گیلے تھے گویا کہ انہیں پانی کی بالٹی میں ڈبویا گیا تھا۔

ووٹنگ ہاتھ اٹھا کر کرنی تھی اور کچھ ممبران کی ذمہ داری تھی کہ وہ رائے شماری کریں۔ پھر مرزا مبارک احمد نے پہلا نام تجویز کرنے کا اعلان کیا۔ فوراً تقریباً پچاس افراد کے ایک گروہ نے ایک نام لیا۔

پھر مرزا مبارک احمد نے دوسرے نام کے بارے میں پوچھا۔

ایک مرتبہ پھر رائے دہندگان کی طرف سے ایک نام لیا گیا۔

پھر انہوں نے ایک اور نام کے بارے میں پوچھا۔

پھر ایک نام بولا گیا۔ پھر انہوں نے ایک اور نام کے بارے میں پوچھا۔ اس

دفعہ خاموشی تھی۔ خلیفہ کا انتخاب ان تین ناموں میں سے ہو گا۔

پھر مرزا مبارک احمد صاحب نے کہا کہ سب لوگ پہلے نام کے بارے میں ووٹ کریں گے۔ ہاتھ اٹھائے گئے۔ رائے شماری کرنے والوں نے گنتی کی اور مرزا مبارک احمد کو رزلٹ دینے کے لیے ان کے سامنے گئے۔ وہ کھڑے ہوئے اور مکمل خاموشی کا اعلان فرمایا جس کے ساتھ ہی آوازوں کے بھنبھناہٹ ختم ہو گئی۔

انہوں نے کہا کہ اب مزید ووٹنگ کی ضرورت نہیں۔ مرزا طاہر احمد چوتھے خلیفہ ہیں۔ 148 میں سے 130 افراد نے ان کے حق میں ووٹ دے دیا ہے۔

وہاں بڑی گرم جوشی اور آوازیں تھیں۔ مگر اس وقت وہاں سکوت طاری ہو گیا جب مرزا طاہر احمد صاحب سیدھے کھڑے ہوئے اور انہوں نے حلف لیا جس نے ان کی زندگی کو ہمیشہ کے لیے بدل دیا۔ پوری دنیا میں دس ملین انسانوں کی طرح اب وہ عام انسان نہیں تھے۔

وہ خدا کا بندہ تھا۔ وہ انسان جس کی دعائیں خدا خاص توجہ اور محبت سے سنتا تھا۔ وہ انسان جو نہ صرف نجات کا راستہ دکھا سکتا تھا بلکہ راستے کو منور کر سکتا تھا۔ وہ نہ صرف بیماروں اور قریب المرگ کو راحت پہنچا سکتا تھا بلکہ اگر خدا چاہے تو وہ ان کو شفا بھی بخش سکتا تھا۔

یہ وہ انسان تھا جس کی خدا ہر فیصلے کے وقت راہنمائی کرے گا۔ پس ممکن ہے کہ وہ کوئی غلط فیصلہ کرے مگر خدا اس بات کو یقینی بنائے گا کہ شروع میں غلط کیے گئے فیصلے کو خدا آخر میں صحیح فیصلہ بنا دے۔''

قارئین میرا خیال ہے کہ مجھے اس سارے حوالے کی تشریح کی تو ضرورت نہیں مگر ان کے لیے جو روشنی دیکھ کر بھی اندھیرے میں رہنے کے عادی ہوتے ہیں ان کے لیے چند گزارشات کرتا ہوں۔

مرزا طاہر احمد مرحوم کا انتخاب ہوتا ہے۔ 148 رائے دہندگان میں سے 130

ان کے حق میں ووٹ ڈالتے ہیں اور وہ جماعت ربوہ کے خلیفہ بن جاتے ہیں۔ اٹھارہ رائے دہندگان ان کی مخالفت کرتے ہیں۔ کچھ بھی ہو اس سے ہمیں سروکار نہیں۔ مگر خدارا بتایئے کہ یہ خدا کا انتخاب کیسے ہو گیا۔ یہ ان رائے دہندگان کا انتخاب تھا جو اس وقت مسجد میں بیٹھے انتخاب میں حصہ لے رہے تھے یا کہ خدا کی آواز تھی۔

پھر سب سے مضحکہ خیز بات یہ ہے کہ ان 130 رائے دہندگان کے ہاتھ اٹھاتے ہی مرزا طاہر احمد مرحوم ''خدا کا بندہ'' کیسے ہو گئے۔ یہ تو ان 130 افراد کے ہاتھوں نے وہ کرشمہ کر دکھایا کہ ان کے ہاتھ اٹھاتے ہی مرزا طاہر احمد مرحوم کی دعائیں خدا سننے لگ گیا۔ وہ نجات دہندہ بن گئے اور ان کا غلط فیصلہ بھی خدا کو درست ماننا پڑ گیا۔ میرا تو ان 130 افراد کے ہاتھوں کو چومنے کا دل کرتا ہے کہ ان کے ہاتھوں کی جنبش نے ایک انسان کو وہ رتبہ عطا کر دیا کہ مریضوں کو شفا دینے اور قریب المرگ کو زندگی بخشنے والا بن گیا۔

قارئین اس کو کہتے ہیں جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے۔ اس کو کہتے ہیں عقیدت کہ ایک انسان کو چند افراد کے ووٹوں نے وہ طاقت عطا کر دی کہ وہ دوسروں کے لیے نجات دہندہ بن گیا۔ فَتَدَبَّرُوا یَآاُولِي الْاَبْصَارِ۔ فتدبروا

میں جماعت ربوہ کے بھائیوں کو مطلع کرنا چاہتا ہوں کہ مرزا طاہر احمد مرحوم کی مخالفت میں تو 18 ووٹ تھے۔ مگر جماعت احمدیہ لاہور کے چوتھے امیر ڈاکٹر اصغر حمیدؒ اور جماعت احمدیہ لاہور کے موجودہ امیر قوم ڈاکٹر عبدالکریم سعید پاشا صاحب کو رائے دہندگان کی کل تعداد کے ووٹ ملے تھے۔ کیا اس طرح انتخاب کے بعد وہ خدا کے خلیفہ کہلانے کے زیادہ مستحق نہیں۔

مگر حقیقت یہ ہے کہ تمام افراد جو کسی بھی جماعت کے سربراہ منتخب ہوتے ہیں وہ اس جماعت کے برگزیدہ لوگ ہوتے ہیں۔ ان کو اس جماعت کے ممبران اپنے سے بہتر تصور کرتے ہوئے ان کی صلاحیتوں، ان کی قابلیت اور ان کے علم و تقویٰ

کی بناپر منتخب کرتے ہیں۔

غور کریں اور فیصلہ کرنے کی ہمت اپنے اندر پیدا کریں۔

محترم و مکرم مرزا مسرور احمد صاحب کا انتخاب:

اسی طرح جماعت ربوہ کے موجودہ خلیفہ محترم مکرم جناب مرزا مسرور احمد صاحب خدا ان کی عمر دراز فرمائے کے انتخاب کے وقت بھی دوسرے CANDIDATES موجود تھے اور ان کے نام کا بھی باقاعدہ انتخاب ہوا۔ ملاحظہ فرمائیے:

"He was elected fifth khalifa on April 22, 2003, and had overseen the rapid progress of Ahmadidyyat over the last 5 years." (1)

''وہ (محترم مکرم مرزا مسرور احمد صاحب۔ ناقل) 22 اپریل 2003ء کو جماعت کے پانچویں خلیفہ منتخب ہوئے۔ اور گزشتہ پانچ سالوں سے احمدیت کی ترقی کا کام زیادہ تیزی سے آگے بڑھ رہا ہے۔''

محترم مرزا مسرور احمد صاحب کا بھی باقاعدہ الیکشن ہوا اور اس انتخاب کے عمل سے گزر کر وہ اس منصب پر فائز ہوئے۔ خدا انہیں اس منصب پر ہمیشہ قائم رکھے۔ مگر معاملہ صرف اتنا ہے کہ وہ بھی خدا کے نہیں اس جماعت کے خلیفہ ہیں جس نے ان کا انتخاب کیا اور اس پر ہی وہ اکتفا کریں۔

میرا صرف اور صرف ایک نکتہ ہے کہ جماعت ربوہ کے سربراہان خلفاء جماعت احمدیہ ربوہ ہیں نہ کہ خلیفۃ اللہ۔ اور نہ ہی وہ خدا کے منتخب کردہ اور مبعوث فرمائے ہوئے افراد۔ یہ تو کہا جاسکتا ہے کہ یہ صاحبان عام معزز مکرم افراد جماعت ربوہ کے ممبران میں سے تقویٰ، علم، عمل اور شرافت، وجاہت میں سب سے افضل

1- Ahmadiyya Muslim Mosques Around the World – A pictorial Presentation Khilafat Ceremony Edition, USA, Page 27

ترین ہیں۔ مگر یہ کہنا کہاں کا انصاف ہے کہ یہ خدا کے منتخب کردہ لوگ ہیں۔

انتخاب خلافت کے لیے قوانین:

اب سب سے اہم نکتہ یہ ہے کہ میرے جماعت ربوہ کے بھائیوں کے ذہنوں میں یہ ڈال دیا گیا ہے کہ خلیفہ تو خدا بناتا ہے۔ گویا اس میں افراد جماعت کا تو کوئی دخل ہی نہیں۔ مگر اب میں آپ کے سامنے کتاب “A Man of God” by Iain Adamson کا ایک اہم حوالہ بیان کرتا ہوں کہ 1956ء میں جماعت ربوہ نے خلفاء کے چناؤ کے لیے نئے قوانین بنائے اور اب ان کے تمام خلفاء کا چناؤ ان قوانین کے مطابق ہوتا ہے نہ کہ خدا کے قوانین کے مطابق۔ ملاحظہ فرمائیے:

“The rules for the election of a new khalifa had been set out in December, 1956, after the attemped assassination for the Second Khalifa underlined the importance of being able to elect a new khalifa within 24 hours of the death of the previous khalifa. It did not matter how few members of the College had assemble within that time - the election of the new khalifa could take place. Without a leader the Movement could be in danger.

If there was no urgency – as was now the case – the election could be delayed for up to three days. Within that period it was believed that every qualified elector could reach Rabwah.” (1)

ترجمہ: ”نئے خلفاء کے چناؤ کے قوانین دسمبر 1956ء میں وضع کیے گئے۔ کیونکہ جب خلیفہ دوم پر قاتلانہ حملے کی کوشش کی گئی تو اس بات کی اہمیت بڑھ گئی کہ پہلے خلیفہ کی موت کے چوبیس گھنٹوں کے اندر اندر نئے خلیفہ کا انتخاب ممکن بنایا جاسکے۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ کتنے ہی کم رائے دہندگان اس وقت میں اکٹھے ہوسکیں۔ لیکن نئے خلیفہ کا انتخاب بہرحال ہوسکے۔ بغیر اس کے جماعت

1- A Man of God, by Iain Adamson, Page 115

خطرے میں ہو سکتی تھی۔

اگر کوئی اضطراری (ایمرجنسی) حالت نہ ہو جیسے کہ اس (مرزا طاہر احمد مرحوم کا انتخاب۔ ناقل) معاملے میں تھا تو انتخاب تین دن تک مؤخر کیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ یہ خیال کیا جاتا تھا کہ اس وقت تک ہر رائے دہندہ ربوہ پہنچ سکتا ہے۔"

اب تمام میرے بھائی جو اپنے دماغ سے سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور محض ہٹ دھرمی اور اندھی تقلید کے قائل نہیں، سوچیں کہ کیا خدا نے 1956ء میں بتایا کہ میرے خلیفہ کا انتخاب اس طرح کرنا؟ کیا یہ قوانین خدا نے بتائے اور بنائے یا کہ چند انسانوں نے جو بشریت کے دائرہ سے باہر نہیں؟ کیا خدا کے انبیاء اور خدا کے صلحاء، محدثین، مجددین وقت کا انتخاب اس طرح ہوا کرتا ہے؟

ذرا سوچئے اور فیصلہ کیجئے کہ آپ کو کس طرح اندھیرے میں رکھا گیا ہے کہ خلیفہ جماعت ربوہ کا چناؤ افراد نہیں خدا کرتا ہے۔

ایک اور اہم نکتہ بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ خدا کے مقرر کردہ خلفاء کسی جماعت، کسی گروہ، کسی تنظیم کے لیے نہیں ہوتے۔ ان کا فیضان عام ہوتا ہے۔ وہ خدا کی مخلوق کی اصلاح کے لیے آتے ہیں۔ کسی تنظیم یا جماعت کے غالیانہ عقائد کو پھیلانے کے لیے نہیں۔ خدا کے مقرر کردہ خلفاء کو دنیاوی جاہ و جلال اور پروٹوکول سے کوئی سروکار نہیں ہوتا بلکہ وہ خدا کی قدرت کا مظہر ہوتے ہیں۔

مرزا محمود احمد مرحوم کے دور کی ایک جھلک مرزا طاہر احمد مرحوم کی زبانی:

میں نے اس کتاب میں جماعت ربوہ کے بھائیوں کے لیے اندھی تقلید کا ذکر کیا ہے جو کہ شاید میرے بھائیوں کو ناگوار گزرے، جس کے لیے میں معذرت خواہ بھی ہوں اور دل گرفتہ بھی کہ ایسا نہیں ہونا چاہیے تھا۔ مگر کتاب "A Man of God" کے مندرجہ ذیل حوالے سے میری اس جسارت کی تصدیق ہوتی ہے۔

"The khalifat of the Second Khalifa has been puritianical. Some of the new Khalifa's advisers, who had

grown up under that regime, suggested that it was now time to return to the stricter and perhaps more simple life. There was too much freedom now in the Movement, they suggested, people were spending too much time and money on pleasure. Television, and films were some of the areas, they said, where Ahmadis of all age groups, not just young people, were being led astray.

Zafrullah Khan, a great puritan, had openly expressed his displeasure when he went to Tahir's house once for dinner before he was the Khalifa and discovered he has a television set.

"What do I see?" he cried. "Have you also given up yourself to these vain pursuits?"

The Khalifa recalled his reply as follows, "I have not given myself up to them, but I do not hold the same views as you. My attitude is very different. I don't believe that teleivison is all bad even if there are some programmes which should be discouraged. ……………

"I comment on them. After a time they have understood my attitude and the hollowness of certain things. So they have become disinterested and do not in any way rebel against what might be considered any puritanical aspect of my beliefs."

The Khalifa said that Zafrullah Khan had then understood the way he was educating his family.

Did he therefore reject the beliefs of the second Khalifa? (1)

ترجمہ: ”دوسرے خلیفہ کی خلافت رسومات سے آزادی اور سادگی کا دور تھا۔ خلیفہ کے کچھ مشیران جو کہ اس دور میں پلے بڑھے تھے نے یہ تجویز دی کہ اب وقت تھا کہ اس سختی والے اور سادہ زندگی والے دور کی طرف لوٹا جائے۔ اس وقت جماعت میں بہت زیادہ آزادی تھی۔ انہوں نے کہا کہ لوگ اب زیادہ وقت اور پیسہ لطف و سرور میں گزارتے ہیں۔ علاوہ دوسری چیزوں کے ٹیلی ویژن اور فلم میں صرف نوجوان ہی نہیں بلکہ تمام عمر کے احمدی اپنا وقت ضائع کرتے ہیں۔

1- A Man of God, by Iain Adamson, Page 150-152

اس لیے سر ظفر اللہ خان صاحب جو کہ خود بھی رسومات کی سختی سے پیروی کرنے والے تھے ایک دفعہ مرزا طاہر احمد صاحب کے گھر رات کے کھانے کے لیے گئے جب وہ ابھی خلیفہ نہ تھے تو انہوں نے ان کے گھر ٹیلیویژن سیٹ دیکھ کر اظہار ناراضگی کیا۔

''یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں؟'' وہ چلائے۔

''کیا تم نے بھی اپنے آپ کو ان فضول سرگرمیوں میں ملوث کر لیا ہے؟''

خلیفہ (مرزا طاہر احمد مرحوم) نے یہ جواب دیا: ''میں نے اپنے آپ کو ان معاملات میں ملوث نہیں کیا۔ لیکن میرے خیالات آپ کے خیالات سے مطابقت نہیں رکھتے۔ میرا رویہ بالکل مختلف ہے۔ میں اس پر یقین رکھتا ہوں کہ ٹیلی ویژن سارا بری چیز نہیں ہے۔ باوجود اس کے کہ چند پروگرام ایسے ہیں جن کی حوصلہ شکنی کی جانی چاہیئے۔

مگر اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ ٹیلی ویژن بالکل نہیں ہونا چاہیے اور دوسرے احمدیوں کو بھی اس طرح کی سختی کی تاکید کرتا ہے تو پھر کیا ہو گا؟

میں نے ان کے بارے میں اپنا نقطہ نظر بیان کر دیا۔ کچھ وقت کے بعد وہ میرے رجحان اور کچھ چیزوں کے کھوکھلے پن کو سمجھ گئے۔ پس اس معاملے میں انہوں نے دلچسپی چھوڑ دی اور میرے خیالات کے خلاف کوئی بغاوت نہیں کی۔''

خلیفہ صاحب نے بتایا کہ ظفر اللہ خان صاحب نے اس وقت سمجھا کہ خلیفہ صاحب کس طرح اپنے بچوں کو تعلیم دے رہے ہیں۔ تو کیا سر ظفر اللہ خان نے دوسرے خلیفہ (مرزا محمود احمد مرحوم۔ ناقل) کے عقائد کو جھٹلایا؟''

اس حوالے میں یہ نکات قابل غور ہیں:

مرزا محمود احمد مرحوم کے دور میں لوگوں کو ٹیلی ویژن جیسی ایجاد کے استعمال کرنے کی اجازت نہ تھی۔ سر ظفر اللہ خان مرحوم جیسے عالی دماغ اور کامیاب انسان

بھی محض خلیفہ صاحب کے حکم سے اس ایجاد سے دور رہے اور ٹیلی ویژن کے فوائد کو نہ سمجھ سکے۔

یہ منطق میرے جیسے کم علم انسان کی سمجھ سے باہر ہے کہ سر ظفر اللہ خان جو کہ پاکستان کے پہلے وزیر خارجہ اور International Court of Justice کے جج رہے وہ تو اس ٹیلی ویژن کے فوائد کو نہ سمجھ سکے اور مرزا طاہر احمد مرحوم نے ان کو اس کے فوائد سے آگاہ کیا۔

دراصل معاملہ یہ ہے کہ میں نے اسی رویے کے لیے اندھی تقلید کا لفظ استعمال کیا ہے کہ اتنا لائق فائق انسان جو دنیا کے تمام ممالک میں جاتا ہے اور ٹیلی ویژن پر انٹرویو دیتا ہے وہ محض خلیفہ صاحب کے حکم سے اس کو نہ صرف ناپسند کرتا ہے بلکہ اس کو استعمال بھی نہیں کرتا۔ مگر مرزا طاہر احمد مرحوم جب ان کو سمجھاتے ہیں تو وہ سمجھ جاتے ہیں۔

حیران ہوں کہ حیرانی نہیں جاتی

اگر آج کل کے پیر اپنے مریدوں کو حکم دیتے ہیں کہ اپنی بیوی کا دل نکال لاؤ اور مرید ایسا ہی کرتا تو اس کے اس عمل پر کون سی حیرانی والی بات رہ جاتی ہے۔ جب کہ سر ظفر اللہ خان صاحب جیسا عالم، فاضل دنیا کے کامیاب انسان بھی اپنے پیر کی باتوں کو بلا حیل و حجت مان لیتا ہے۔

اس حوالہ کے آخر میں ان کی کتاب کا مصنف Iain Adamson سوال کرتا ہے کہ جب سر ظفر اللہ خان مرحوم کو یہ بات سمجھ آگئی تو کیا انہوں نے دوسرے خلیفہ کے عقائد کو جھٹلایا۔ اس کا جواب مرزا طاہر احمد مرحوم نے جو دیا وہ اس کتاب سے ملاحظہ کیا جا سکتا ہے کہ انہوں نے دونوں سوچوں کو ہی درست قرار دیا۔ مگر ایک انسان سمجھ سکتا ہے کہ سر ظفر اللہ خان مرحوم کے دل پر کیا گزری ہو گی۔ انہوں نے ان عقائد کو جھٹلایا ہو گا یا نہیں یہ تو خدا کی ذات ہی جانتی ہے کہ وہ اس دنیا

میں رہے۔ تاہم اس میں نشان عبرت ہے ان تمام پڑھے لکھے، صاحبان فہم و فراست کے لیے ہے کہ کبھی اندھی تقلید نہ کریں۔ وگرنہ انہیں بھی کہیں بعد ازاں اپنے اس رویے سے مایوسی نہ ہو۔

a b

باب ششم

چند اہم واقعات
تاریخ کی گواہی

اس باب میں صرف چند اہم واقعات بیان کرنا چاہتا ہوں جن سے اختلاف کی وجوہات پر روشنی بھی پڑے گی اور اہل انصاف و اہل عقل و شعور کو کچھ سیکھنے کا موقعہ میسر آئے گا۔ کیونکہ تاریخ سے سیکھنے والی قومیں ہی ترقی کرتی ہیں اور اس تاریخ سے آگاہی اصلاح کا موجب ہوتی ہے۔

پہلا واقعہ:

پہلا اہم ترین واقعہ اس مضمون کے متعلق ہے جس کا ذکر میں نے اس کتاب کے شروع میں کیا تھا وہ ہے مرزا محمود مرحوم کا مضمون کہ "مسلمان وہ ہے جو سب ماموروں کو مانے"۔ یہ مضمون اور اس کے مندرجات اس لحاظ سے اہم تھے کہ اس مضمون کی وجہ سے قادیان میں حضرت مولانا نورالدینؓ کے دور میں خاصی مشکلات پیدا ہو گئی تھیں۔ یہاں اس واقعہ کے متعلق تمام تفصیلات میں نے مرزا محمود احمد مرحوم کی کتاب آئینہ صداقت سے بیان کی ہیں۔ حضرت مولانا نورالدینؓ کو جب اس مضمون کے بارے میں علم ہوا تو انہوں نے حضرت مولانا محمد علیؒ کو بلایا اور بقول خود میاں محمود احمد مرحوم کے:

"اسی طرح بعض لوگ میری نسبت بھی کہتے ہیں کہ یہ کبھی غیر احمدیوں کو مسلمان کہتا ہے اور کبھی کافر۔ میرا ارادہ تھا کہ کبھی اس پر ایک مضمون لکھوں کہ ان آیات کا کیا مطلب ہے؟ اور میرے اقوال میں جو اختلاف نظر آتا ہے اس کا کیا باعث ہے؟ آپ آج کل قرآن کریم کے نوٹ لکھ رہے ہیں۔ آپ اس پر ایک مضمون لکھیں اور مجھے دکھالیں۔ اس میں ان آیات میں مطابقت کر کے دکھائی جاوے۔ یہ گفتگو میرے سامنے ہوئی۔ اسی طرح کچھ دن بعد جبکہ میں بیٹھا ہوا تھا حضرت خلیفہ اول نے پھر یہی ذکر شروع کیا اور اپنی نسبت فرمایا کہ میری نسبت لوگ کہتے ہیں کہ یہ کبھی غیر احمدیوں کو مسلمان کہہ دیتا ہے کبھی کافر۔ حالانکہ لوگ

میری بات کو نہیں سمجھے۔ یہ ایک مشکل بات ہے حتی کہ ہمارے میاں (مرزا محمود احمد۔ناقل) بھی نہیں سمجھے۔'' (1)

حضرت مولانا نورالدینؓ کا حضرت مولانا محمد علیؒ کو اس مضمون کا جواب لکھنے کا حکم دینا ہی اسی بات کو ثابت کرتا ہے کہ حضرت مولانا نورالدینؓ اس معاملے میں کس کی رائے کو فوقیت دیتے تھے اور جماعت کی کیا رائے تھی۔ پھر مولانا نورالدینؓ کا یہ فرمانا کہ:

''ہمارے میاں نے اس کو نہیں سمجھا۔''

ظاہر کرتا ہے کہ خود مرزا محمود احمد مرحوم کا نہ صرف نقطہ نظر غلط تھا بلکہ وہ اس معاملے کی نزاکت کو نہیں سمجھ سکے۔ اور وہ تکفیر بازی کے معاملے میں افراط کا شکار ہو گئے تھے۔ اس پر بحث پہلے ہی ہو چکی ہے۔

مگر اصل معاملہ اس مضمون کے جواب کا ہے۔ جب مولانا محمد علیؒ کو اس کا جواب لکھنے کو کہا گیا تو مرزا محمود احمد مرحوم اور ان کے ساتھیوں نے یہ اعلان کر دیا کہ وہ بھی اس کا جواب سنیں گے۔ مرزا محمود احمد مرحوم اپنی کتاب آئینہ صداقت میں فرماتے ہیں:

''روایت بزبان حافظ روشن علی صاحب۔ مجھے یاد ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے آخری ایام میں جب کہ آپ مرض الموت میں فراش تھے اور ۱۹۱۴ء غالباً فروری کا مہینہ تھا۔ ابھی آپ اس مکان میں تشریف رکھتے تھے جو آپ کا ذاتی تھا۔ جو اندرون قریہ قادیان میں واقع ہے کہ ایک دن دفتر الفضل میں ہمراہ صاحبزادہ بشیر الدین محمود احمد صاحب میں بیٹھا ہوا تھا کہ میرے استاد حافظ غلام رسول صاحب وزیر آبادی تشریف لائے۔ انہوں نے بیان کیا کہ مولوی محمد علی صاحب نے ایک مضمون مسئلہ تکفیر کے متعلق لکھا ہے جو وہ حضرت خلیفۃ المسیح کو بروز جمعہ

1- آئینہ صداقت، صفحہ 171

بعد از نماز سنائیں گے اور وہ آپ لوگوں سے علیحدگی میں سنائیں گے جس پر صاحبزادہ صاحب موصوف نے فرمایا ہم بھی اس وقت حاضر ہوں گے۔ مسئلے کا معاملہ ہے ہم ضرور سنیں گے۔"

معاملہ یہاں تک چلا گیا کہ مرزا محمود احمد مرحوم نے باقاعدہ حضرت مولانا نورالدینؓ کے گھر پر پہرہ بٹھا دیا تاکہ حضرت مولانا محمد علیؒ اس مضمون کو اکیلے میں نہ سنا سکیں اور اس وقت ایک ہجوم ہو تاکہ بحث میں معاملات کو الجھا دیا جائے۔

مرزا محمود احمد مرحوم اپنی کتاب آئینہ صداقت میں رقم طراز ہیں:

"۔۔۔۔ اس کے بعد صاحبزادہ صاحب کے پاس آیا اور ان کو یہ قصہ سنایا۔ پھر میں حضرت خلیفۃ المسیح کے مکان میں آیا اور وہاں یہ قصد کر کے بیٹھا کہ یہاں سے نہ اٹھوں گا۔ جب تک کہ مولوی محمد علی صاحب مضمون سنا نہ لیں یا مایوس ہو کر اپنے مکان پر چلے نہ جائیں۔ مولوی محمد علی صاحب صدرالدین صاحب کے مکان میں ٹھہرے کہ یہ مولوی صاحب کے پاس سے کب اٹھتا ہے اور میں بیٹھا کہ وہ کب مضمون سناتے ہیں۔ آخر مغرب کا وقت ہو گیا تو مولوی محمد علی صاحب باہر کوٹھی چلے گئے جس میں وہ رہتے تھے اور میں نماز مغرب کے لیے آیا تو بعد از نماز مغرب میں نے حضرت صاحبزادہ صاحب (مرزا محمود احمد مرحوم: ناقل) سے عرض کی کہ جمعہ کا دن ختم ہو گیا لیکن وہ اپنا مضمون سنا نہیں سکے۔ آپ نے فرمایا کہ جب وہ اتنا پوشیدہ رکھنا چاہتے ہیں کہ ہمیں اطلاع ہی نہ ہو تو ان کا خیال چھوڑو۔ کب تک ہم ان کا پہرہ دیں گے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کرو اور روزے رکھو تاکہ یہ فتنے اور ابتلا دور ہوں۔ چنانچہ پھر ان کی طرف ہم نے خیال نہ رکھا۔ پھر وہ ہفتہ کے دن بھی نہ سنا سکے اور نہ اتوار کے دن۔ ہاں اتوار اور پیر کی درمیانی شب یا پیر اور منگل کی درمیانی شب کو انہوں نے یہ انتظام کیا کہ کسی کو اندر نہ آنے دیں اور مضمون سنائیں۔ پٹھانوں کا پہرہ لگایا اور ان کو یہ کہا کہ خلیفۃ المسیح کا یہ حکم ہے کہ کوئی اندر نہ آوے۔ چنانچہ اس وقت

بغرض عیادت حضرت مکرم معظم میر ناصر نواب صاحب تشریف لے گئے تو پہرہ والے نے ان کو سنایا کہ اندر جانے کی اجازت نہیں۔ پھر مکرمی صوفی مولوی غلام محمد صاحب بی اے عیادت کے لیے آئے تو ان کو بھی روک دیا گیا۔ پھر مکرمی خلیفہ رشید الدین صاحب ڈاکٹر تشریف لائے تو ان کو بھی پہرہ والے نے روکا۔ مگر انہوں نے فرمایا کہ میں ڈاکٹر ہوں مجھے کوئی نہیں روک سکتا۔ یہ زبردستی اندر چلے گئے۔ انہوں نے جا کر حضرت خلیفۃ المسیح اول سے عرض کیا کہ کیا آپ نے اندر آنے سے منع فرمایا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ میں نے منع نہیں کیا۔ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب نے بیان کیا کہ اس وقت مولوی محمد علی صاحب مضمون سنا رہے تھے۔ جب انہوں نے ختم کیا تو حضرت خلیفہ اول نے دریافت کیا کہ کیا آپ کو اس مضمون پر انشراح صدر ہے انہوں نے کہا ہاں۔ تب حضرت خلیفہ اول نے فرمایا کہ مجھے اس مضمون پر انشراح صدر نہیں۔ پھر مولوی محمد علی صاحب نے کئی دفعہ اس مضمون کی تصدیق کرانے کی کوشش کی لیکن ناکام رہے۔" (1)

یعنی مرزا محمود احمد مرحوم اس روایت کو بیان کرتے ہیں کہ ان کے نزدیک حضرت مولانا محمد علیؒ نے اپنا مضمون جو کہ ایک اہم حیثیت اختیار کر گیا تھا اسے اتوار یا پیر کی رات یا پیر اور منگل کی درمیانی شب کو سنایا اور اس کے گواہ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب تھے اور انہوں نے میاں صاحب مرحوم کے سامنے یہ گواہی دی کہ حضرت مولانا نورالدینؒ نے اس مضمون کو پسند نہیں فرمایا۔ مگر اس میں اہم بات یہ ہے کہ اتنا اہم مضمون جو کہ قادیان کے اندر ایک خاص اہمیت اختیار کر چکا تھا، اس کو سننے کے لیے وہ اور ان کے ساتھی اس قدر بے تاب تھے کہ انہوں نے پہرہ لگوا دیا تھا۔ یہ مضمون مولانا محمد علیؒ نے بقول ان کے جب حضرت مولانا نورالدینؒ کو سنایا گیا تو اس وقت اس کے چشم دید گواہ بقول میاں محمود احمد مرحوم کے ڈاکٹر خلیفہ

1- آئینہ صداقت، صفحہ 100

رشید الدین مرحوم تھے اور یہ اتوار یا پیر کی رات کا واقعہ ہے

مگر مرحوم مرزا محمود احمد مرحوم اسی کتاب کے صفحہ 172 پر اسی مضمون کو سنانے کا واقعہ اور گواہ اور دن کیا بیان کرتے ہیں وہ ملاحظہ فرمائیں۔

"مولوی محمد علی صاحب کا خلیفہ اول کو مضمون سنانے کی حقیقت کیا ہے۔ جب مولوی صاحب نے مضمون لکھ لیا۔ تو نہ معلوم کس خوف سے اس بات کی بے حد کوشش کی کہ علیحدہ وقت میں سنایا جاوے۔ چنانچہ ایک دن رات کے وقت پہرہ مقرر کرکے مضمون سنانا چاہا۔ مگر عین وقت پر ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب پہنچ گئے اور بات رہ گئی۔ دوسری دفعہ جمعہ کی نماز کا ناغہ کرکے مضمون سنایا۔ حضرت خلیفہ اول کے بڑے بیٹے میاں عبد الحئی مرحوم کا بیان ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح نے فرمایا کہ ابھی اسے شائع نہ کریں اور اس قسم کی بات بھی کہی کہ میرا مطلب کچھ اور تھا۔ مگر چونکہ مرحوم کی عمر اس وقت چھوٹی تھی۔ ہم ان کی شہادت پر اپنے دعویٰ کی بنا نہیں رکھتے۔ ہمارے پاس ایسی زبردست اندرونی شہادت موجود ہے جو اس بات کو ثابت کرتی ہے کہ یا تو مضمون کو حضرت خلیفۃ المسیح نے ناپسند کیا اور یا پھر ان کے دکھانے کے بعد اسے بدل دیا گیا اور یا اسے ایسے وقت میں سنایا گیا کہ جس وقت آپ کی توجہ کسی اور کام کی طرف تھی اور آپ نے اس کو سنا ہی نہیں اور وہ شہادت خود مولوی محمد علی صاحب کا مضمون ہے۔۔۔۔" [1]

ذرا غور سے اس بارہ میں چند نکات ملاحظہ فرمائیے:

یہاں مرزا محمود احمد مرحوم فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا محمد علیؒ نے یہ مضمون رات کے وقت سنانا چاہا مگر نہ سنا سکے۔ اور پھر دوسری دفعہ جمعہ کی نماز چھوڑ کر یہ مضمون سنایا۔ اب قارئین خود غور کریں کہ اسی مضمون کے بارے میں مرزا محمود احمد مرحوم صفحہ 100 پر فرماتے ہیں کہ حضرت مولوی محمد علی نے اسے اتوار یا

1- آئینہ صداقت، صفحہ 172

پیر کی رات کو سنایا اور گواہ تھے ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین مرحوم۔ مگر اسی کتاب کے صفحہ 172 پر فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا محمد علیؒ نے یہ مضمون نماز جمعہ چھوڑ کر سنایا اور اس کے گواہ تھے حضرت مولانا نورالدینؒ کے بڑے بیٹے عبدالحئی مرحوم جو کہ اس وقت خود کم سن تھے۔ اب سچ کیا ہے قارئین خود اس کا فیصلہ کریں۔

وہ کیا کسی نے خوب کہا ہے کہ ؎

"اپنے ہی دام میں صیاد آ گیا"

سچ یہ ہے کہ حضرت مولانا نورالدینؒ نے یہ حقیقت جان لی تھی کہ مرزا محمود احمد مرحوم کا مضمون تکفیر بازی کے کھیل کو جنم دے رہا ہے تو انہوں نے اس کا سدباب یہ کیا کہ حضرت مولانا محمد علیؒ کو اس کا جواب لکھنے پر مامور کیا اور حضرت مولانا محمد علیؒ نے اس بات کو بروقت ببانگ بلند واضح کر دیا کہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؒ کے نہ ماننے والے دائرہ اسلام سے خارج نہیں اور ہر کلمہ گو مسلمان ہے۔

اس سلسلے میں حضرت مولانا محمد علیؒ کے کتاب رد تکفیر اہل قبلہ پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔

دوسرا واقعہ:

میری جماعت ربوہ کے بھائیوں سے درخواست ہے کہ اس پر ٹھنڈے دل سے غور فرمائیں اور اپنے دل سے فتویٰ مانگیں کہ حقیقت کیا ہے اور کیا ہونی چاہیے۔

جب تکفیر بازی کا معاملہ اٹھا تو اس میں ایک سوال یہ بھی آیا کہ کیا غیر احمدی امام کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں؟ اس معاملے کو اگرچہ اس تناظر میں بآسانی حل کیا جا سکتا ہے کہ قرآن ہمیں کیا حکم دیتا ہے۔ قرآن میں حکم واضح اور صاف ہے وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔

جماعت احمدیہ کے لیے مشکلات اس وقت پیدا ہوئیں جب ہر طرف سے مخالفت شروع ہو گئی اور حضرت مرزا صاحب اور ان کے ماننے والے جو اہل قبلہ اور

کلمہ گو ہیں ان کو کافر قرار دیا گیا اور مسائل بڑھ گئے۔ تشدد شروع ہو گیا۔ تو اس وقت یہ ممکن ہی نہیں رہا تھا کہ احمدی کسی بھی غیر از جماعت مساجد میں نماز ادا کر سکیں۔ مگر یہ معاملہ شروع میں صرف برصغیر پاک و ہند یا افغانستان تک محدود تھا۔ اور بعد ازاں یہ معاملہ صرف پاکستان کی حد تک محدود ہو گیا۔ جہاں حکومت وقت نے احمدیوں کو کافر قرار دے دیا۔

مگر اب صورتحال بہت دلچسپ ہوئی کہ مرزا محمود احمد مرحوم نے جب وہ خلیفہ بن گئے حکماً غیر از جماعت امام کے پیچھے نماز پڑھنے سے روک دیا اور اس کو حرام قرار دیا۔ مگر خود ۱۹۱۲ء میں حج پر تشریف لے گئے۔ وہاں کی روداد ان کی زبانی سنیے۔

سفر حج میں میری (مرزا محمود احمد مرحوم: ناقل) نماز کے متعلق مولوی محمد علی صاحب کی دھوکا دہی:

"مولوی محمد علی صاحب نے یہ جو الزام لگایا ہے کہ میں نے مکہ میں غیر احمدیوں کے پیچھے حضرت خلیفۃ المسیح کے ایک فتویٰ کے ماتحت نماز پڑھی۔ یہ ایک دھوکا ہے جس کے پھیلانے سے باوجود واقعات کے علم کے وہ باز نہیں آتے۔ اصل واقعہ یہ ہے:

۱۹۱۲ء میں مَیں اور سید عبدالحئی صاحب عرب مصر سے ہوتے ہوئے حج کو گئے۔ قادیان سے میرے نانا صاحب میر ناصر نواب صاحب بھی براہ راست حج کو گئے۔ جدہ میں ہم مل گئے اور مکہ مکرمہ اکٹھے گئے۔ پہلے ہی دن طواف کے وقت نماز کا وقت آ گیا میں ہٹنے لگا۔ مگر راستے رک گئے تھے۔ نماز شروع ہو گئی تھی۔ نانا صاحب جناب میر صاحب نے فرمایا کہ خلیفۃ المسیح کا حکم ہے کہ مکہ میں ان کے پیچھے نماز پڑھ لینی چاہیے۔ اس پر میں نے نماز شروع کر دی۔ پھر اسی جگہ ہمیں عشا کا

وقت آگیا وہ نماز بھی ادا کی۔ گھر جا کر میں نے عبدالحئی صاحب عرب سے کہا کہ وہ نماز تو حضرت خلیفۃ المسیح کے حکم کی تھی اب آؤ خدا تعالیٰ کی نماز پڑھ لیں جو غیر احمدیوں کے پیچھے نہیں ہوتی اور ہم نے وہ دونوں نمازیں دہرا لیں۔ ایک نماز شاید دوسرے دن ادا کی۔ مگر میں نے دیکھا کہ باوجود نماز دہرانے کے میرا دل بند ہوتا جاتا ہے اور میں نے محسوس کیا کہ اگر اس طریق کو جاری رکھوں گا تو بیمار ہو جاؤں گا۔ آخر دوسرے دن میں نے عبدالحئی صاحب عرب سے کہا کہ میں تو بوجہ ادب دریافت نہیں کر سکتا آپ دریافت کریں کہ کیا جناب نانا صاحب کو حضرت خلیفۃ المسیح نے خاص حکم دیا تھا یا عام سنی ہوئی بات ہے۔ انہوں نے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ خاص حکم نہیں دیا تھا بلکہ کسی اور شخص کے متعلق یہ بات آپ سے سنی تھی۔ اس پر میں نے شکر کیا اور باوجود لوگوں کے روکنے کے برابر الگ نماز ادا کرتا رہا اور بیس دن کے قریب جو ہم وہاں رہے یا گھر پر نماز پڑھتے رہے یا مسجد کعبہ میں الگ اپنی جماعت کرا کے اور اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ گو مسجد کعبہ میں چاروں مذہبوں کے سوا دوسروں کو الگ جماعت کی عام طور پر اجازت نہیں۔ مگر ہمیں کسی نے کچھ نہیں کہا بلکہ پیچھے رہے ہوئے لوگوں کے ساتھ مل جانے سے بعض دفعہ اچھی خاصی جماعت ہو جاتی تھی۔ چونکہ جناب نانا صاحب کو خیال تھا کہ ان کے اس فعل سے کوئی فتنہ ہو گا۔ انہوں نے قادیان آکر حضرت خلیفۃ المسیح کے سامنے یہ سوال پیش کرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ ہماری واپسی کی خوشی قادیان کے احباب یکے بعد دیگرے دعوت کر رہے تھے کہ ایک دن حضرت مسیح موعود کے پرانے خادم میاں حامد علی صاحب نے جو چالیس سال حضرت کے پاس رہے ہیں ہماری چائے کی دعوت کی۔ حضرت خلیفہ اول، میر صاحب میں اور سید عبدالحئی عرب مدعو تھے۔ ایک صاحب حکیم محمد عمر نے یہ ذکر حضرت خلیفہ المسیح کے پاس شروع کر دیا۔ آپ نے فرمایا ہم نے ایسا کوئی فتویٰ نہیں دیا۔ ہماری یہ اجازت تو ان لوگوں کے لیے ہے جو

ڈرتے ہیں اور جن کے ابتلاء کا ڈر ہے وہ ایسا کر سکتے ہیں کہ اگر کسی جگہ گھر گئے ہوں تو غیر احمدیوں کے پیچھے نماز پڑھ لیں اور پھر آکر دہرا لیں۔ سو الحمدللہ کہ میرا یہ فعل جس طرح حضرت مسیح موعود کے فتویٰ کے مطابق ہوا۔ اسی طرح خلیفہ وقت کے منشاء کے ماتحت ہوا''۔[1]

اب یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا مرزا محمود احمد مرحوم کا یہ طرز عمل درست تھا۔ حج کے موقعہ اس طرح جا کر علیحدہ نمازیں ادا کرنا تو بالکل ان جاہل ملاؤں کا طرز عمل ہے جن کی آج کل میڈیا بھی سرزنش کرتا رہتا ہے اور سکہ بند علماء بھی اس کے خلاف آواز اٹھا رہے ہیں۔ ان کا یہ فعل ہی جماعت احمدیہ کی بدنامی کا باعث تھا اور آج بھی اگر جماعت احمدیہ پر حرم کعبہ کے دروازے بند ہیں تو اس میں قصور کس کا ہے۔ ذرا سوچیئے اور آیئے آج سجدہ سہو کر لیجیے اور اس گناہ کی معافی مانگیں جو کہ مرزا محمود احمد مرحوم سے سرزد ہوا۔ یعنی ان کے عمل سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ جب تک خانہ کعبہ کا امام جماعت احمدیہ ربوہ کا نہ ہو گا اس وقت تک اس کے ممبران حج ادا نہیں کریں گے۔ کیا یہ اسلام کے ایک رکن کو چھوڑنے کے مترادف نہیں۔

کیا یہ طرز عمل کسی ایک مجدد وقت کی جماعت کا ہو سکتا ہے کہ وہ حج جیسی عبادت میں بھی گروہ بندی اور اس طرز عمل کو اپنائے۔ ہرگز نہیں۔ ان کا یہ عمل مسلمانوں کے اندر تفریق پیدا کرنے کے مترادف تھا۔

مگر میں قارئین کی دلچسپی کے لیے حضرت مرزا غلام احمدؒ کی معرکۃ الآراء کتاب ''آئینہ کمالات اسلام'' کے عربی حصے التبلیغ میں سے ایک حصہ یہاں نقل کرتا ہوں کہ آپ عرب اور خانہ کعبہ اور اہل عرب کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں۔

1- آئینہ صداقت، صفحہ 92-91

الی مشائخ العرب وصلحائهم

مشائخ عرب اور اس کے صلحاء کے نام

السلام علیکم ایها الاتقیاء الاصفیاء من العرب العرباء السلام علیکم یا اہل ارض النبوة و جیران بیت اللّٰہ العظمی انتم خیر امم الاسلام و خیر حزب اللہ الاعلیٰ۔ ما کان لقومٍ ان یبلغ شانکم قد زِدتم شرفا و مجدًا و منزلا۔ و کفٰکم فخرا ان اللّٰہ افتتح وحیه من آدم و ختم علی نبی کان منکم و من ارضکم وطنًا و ماویً و مولدا۔ وما ادراکم مَن ذلک النبی۔ محمدن المصطفیٰ سید الاصفیاء و فخرالانبیاء و خاتم الرسل و امام الوری۔ قد ثبت احسانه علی کل من دب علی رجلین و مشی۔ و قد ادرک وحیه کل فائتٍ من رموزٍ و معانٍ و نکاتٍ عُلی۔ و احیادینه کل ما کان میتا من معارف الحق و سنن الهدی۔ اللهم فصل و سلم و بارک علیه بعدد کل ما فی الارض من القطرات والذرات والاحیاء والاموات وبعدد کل ما فی السموت و بعدد کل ما ظهر واختفے۔ و بلغه منا سلامًا یملأ ارجاء السمائ۔ طوبی لقومٍ یحمل نیر محمدٍ ﷺ علی رقبته۔ و طوبی لقلب افضے الیه و خالطه و فی حبه فنی۔ یا سکان ارض اوطأها قدم المصطفے رحمکم اللّٰہ و رضی عنکم و ارضی۔ ان ظنی فیکم جلیل۔ و فی روحی للقاء کم غلیل یا عباداللّٰہ و انی احن الی عیان بلادکم و برکاتِ سوادکم لا زور موطئ اقدام خیرالوری۔ واجعل کحل عینی تلك الثری۔ ولا زور

صلاحہا و صلحائہا۔ و معالمہا و علمائہا و تقر عینی برؤیة اولیاء ھا و مشاہدھا الکبری۔ فاسئل اللّٰہ تعالی ان یرزقنی رویة ثراکم و یسرنی بمراکم بعنایة العظمی یا اخوان انی احبکم و احب بلادکم واحب رمل طرقکم واحجار سککم و اوثرکم علی کل ما فی الدنیا یا اکباد العرب قد خصکم اللّٰہ ببرکاتٍ اثیرةٍ و مزایا کثیرةً و مراحمہ الکبری۔ فیکم بیت اللّٰہ التی بورک بھا ام القری۔ و فیکم روضة النبی المبارک الذی اشاع التوحید فی اقطار العالم واظہر جلال اللّٰہ و جلی۔ و کان منکم قوم نصروا اللّٰہ و رسولہ بکل القلب و بکل الروح و بکل النھی و بذلواموالھم و انفسھم لا شاعة دین اللّٰہ و کتابہ الازکی۔ فانتم المخصوصون بتلک الفضائل و من لم یکرمکم فقد جار واعتدے۔ یا اخوان انی اکتب الیکم مکتوبی ھذا بکبدٍ مرضوضة ودموع مفضوضة۔ فاسمعوا قولی جزاکم اللّٰہ خیرالجزائ۔ [1]

ترجمہ: ”السلام علیکم اے خالص عرب کے نیک اور بزرگ لوگو! سلام اے نبی کریمؐ کی زمین اور بیت اللہ عظیم کے پڑوس میں رہنے والو۔ **تم اسلام کی بہترین امت ہو۔ اور اس بلند خدا کا سب سے بہتر گروہ ہو۔ کوئی قوم تمہاری شان کو نہیں پہنچ سکتی۔ یقیناً تم شرف، بزرگی اور منزلت میں بڑھ کر ہو۔ تمہارے لئے یہی فخر کافی ہے کہ اللہ نے حضرت آدمؑ سے جو وحی شروع کی اس کو اس نبیؐ پر ختم کیا جو تم میں سے تھے** اور تمہاری زمین ان کا وطن، ان کی پناہ اور جائے پیدائش تھی۔ اور

1- التبلیغ، صفحہ 66

تمہیں کیا معلوم کہ وہ نبیؐ کون ہے!! وہ محمد مصطفیٰؐ برگزیدوں کا سردار، انبیاء کا فخر، خاتم الرسل اور سب مخلوق کا امام ہے۔ ان کا احسان زمین پر چلنے والے ہر انسان پر ثابت ہے۔ آپؐ کی وحی نے رموز، معانی اور بلند نکات جو گمشدہ تھے ان سب کو پالیا۔ یقینا آپؐ کے دین نے معارف حق کے راستے اور ہدایت کے طریقے جو ناپید ہوگئے ان کو از سرنو زندہ کیا۔ اے اللہ تو ان پر اپنا اتنا درود وسلام اور برکات نازل فرما جتنے کہ زمین کے قطرے، زمین کے ذرے، جتنے اس میں رہنے والے زندہ اجسام اور جتنے اس میں مدفون ہیں۔ آپؐ کو اتنی برکتیں عطا کر جتنے آسمانوں میں ذرے جو ظاہر اور جو مخفی ہیں۔ ان کو ہماری طرف سے اتنا سلام پہنچا جس سے آسمان کے کنارے بھر جائیں۔ خوش قسمت ہے وہ قوم جس نے محمد ﷺ کا جُوا اپنے کندھے پر رکھ لیا۔ مبارک ہے وہ دل جو ان تک پہنچا اور ان سے مل گیا اور ان کی محبت میں فنا ہو گیا۔ **اے اس سرزمین کے باسیو! جس کو محمد مصطفیٰؐ کے قدموں نے رونق بخشی اللہ تم پر رحم کرے اور تم سے راضی ہو اور تم کو راضی رکھے۔ میں تمہارے بارے میں اچھا ظن رکھتا ہوں۔ اے اللہ کے بندو! میری روح میں تمہاری ملاقات کیلئے بڑی تشنگی ہے۔ میں تمہارے ملکوں کے اور تمہاری جمعیت کی برکات دیکھنے کا مشتاق ہوں۔ تا اس زمین کو دیکھوں جس کو مخلوق کے سردار کے قدموں نے چھوا اور اس مٹی کا سرمہ اپنی آنکھوں میں لگاؤں۔ اس زمین کی صلاحیتوں اور صلحاء کو ملوں، اس خطے کے مقدس مقامات اور علماء کو دیکھوں اور اس کے اولیاء اور اس کے بڑے بڑے نظاروں سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کروں۔** پس میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے تمہاری مٹی دیکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور اپنی بڑی عظمت کے ذریعہ تمہاری زیارت سے مجھے خوش کرے۔ اے میرے بھائیو! میں تم سے، تمہارے ملکوں سے، تمہارے رستے کی ریت سے اور تمہاری گلیوں کے پتھروں سے بھی محبت کرتا ہوں۔ اور تمہیں جو کچھ اس دنیا میں ہے اس پر ترجیح دیتا

ہوں۔ اے عرب کے جگرو! تمہیں اللہ نے سابقہ برکات کے علاوہ دوسری کثیر عنایات اور بڑی رحمتوں سے نوازا ہے۔ تمہارے پاس وہ بیت اللہ ہے جس کی وجہ سے بستیوں کی ماں (مکہ) کو برکت دی گئی ہے۔ تم میں اس مبارک نبی کریمؐ کا روضہ ہے جس نے دنیا کے تمام کناروں میں توحید کو پھیلایا اور اللہ کے جلال کو ظاہر کیا اور روشن کیا۔ تم میں وہ قوم تھی جس نے اللہ اور اس کے رسولؐ کی مدد کی پوری جان و دل، پوری روح اور پوری عقل سے۔ انہوں نے دین اللہ اور اس کی پاک کتاب کی اشاعت کے لئے اپنے مال اور اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا۔ صرف تم ہی ان فضائل سے مخصوص کئے گئے ہو۔ جو تمہاری عزت نہیں کرتا وہ یقیناً زیادتی اور ظلم کرتا ہے۔ اے میرے بھائیو! میں تمہیں یہ خط اپنے ریزہ ریزہ جگر اور بہتے آنسوؤں کے ساتھ لکھ رہا ہوں۔ پس میری بات سنو۔ اللہ تمہیں سب سے بہتر جزا دے''۔

قارئین اب غور کا مقام ہے کہ کیا حضرت مرزا غلام احمدؑ یہ الفاظ لکھ کر اہل عرب کو افضل ترین قوم کا خطاب دے کر اپنے مریدوں اور دوستوں کو یہ مشورہ دیں گے کہ جب خانہ کعبہ جانا اور بقول مرزا محمود احمد مرحوم کے جب تمہارے دل بند ہونا شروع ہو جائیں تو اپنی علیحدہ نماز کھڑی کر لینا، اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنا لینا۔ اور عقل و شعور کی تمام کھڑکیوں کو بند کر لینا۔ کیا کوئی صاحب فراست انسان یہ سوچ سکتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب اہل عرب کے لیے ایسے جذبات رکھ کر ان کا طرز عمل مرزا محمود احمد مرحوم جیسا ہوتا۔ افسوس صد افسوس۔

اس گھر کو آگ لگی اس گھر کے ہی چراغ سے

مرزا محمود احمد مرحوم کا یہ طرز عمل نہ صرف خلاف قرآن و سنت تھا بلکہ ان متشدد، تنگ نظر ملاؤں سے بڑھ کر نہیں تھا جو کہ محض گروہ بندی اور فرقہ بندی کی بیڑیوں میں جکڑے ہیں۔

تیسرا واقعہ:

اس سلسلہ میں تیسرا اہم واقعہ میر محمد اسحاق مرحوم کے وہ بے وقت سوالات تھے جو انہوں نے خلیفہ اور انجمن کے تعلقات کے بارے میں اٹھائے۔ اگرچہ یہ سوالات محض ان کے ذاتی خیالات اور ذاتی فکر کا نتیجہ نہ تھے بلکہ ان کے پیچھے ایک سوچی سمجھی منصوبہ بندی تھی۔ تاہم ان سوالات نے بے وقت فتنہ کی آگ جلائی۔

وہ سوالات حسب ذیل تھے:

1. صدر انجمن احمدیہ کے تعلقات اس زمانے میں اور آئندہ زمانے میں خلافت کے منصب پر بیٹھنے والے یعنی خلیفہ کے ساتھ کیسے ہیں اور کیسے ہوں گے یعنی آپ میں کیا فرق ہے اور ہو گا۔
2. خلیفہ صدر انجمن کے کسی فیصلے کو مسترد کر سکتا ہے یا نہیں؟
3. خلیفہ صدر انجمن احمدیہ کے کسی ممبر کو بغیر کسی ایسے عذر کے کہ صدر انجمن احمدیہ کا وہ ممبر خواہ مخواہ شرعاً دور کیا جائے دور کر سکتا ہے یا نہیں؟
4. خلیفہ علاوہ صدر انجمن احمدیہ کے ایک یا متعدد ممبروں کے صدر انجمن احمدیہ سے الگ کرنے کے صدر انجمن احمدیہ کو بالکل بعذر شرعی و سیاستی و اخلاقی دور کر کے بطور خود اشاعت اسلام وغیرہ و جماعت احمدیہ کے مدات کا انتظام کر سکتا ہے یا نہیں۔
5. اگر خلیفہ چاہے کہ تمام بیت المال و مقبرہ باقی تمام مدات کا روپیہ اپنے پاس رکھ کر اپنے طور پر قرآن شریف اور اسلام کے مطابق استعمال کرے تو کر سکتا ہے یا نہیں۔ گو ساتھ ہی حساب کا انتظام رکھے۔
6. جماعت احمدیہ کے عام افراد کا صدر انجمن احمدیہ سے کیا تعلق چاہیے اور آئندہ بھی کیسا چاہیے؟
7. جماعت احمدیہ کے عام افراد کو کن باتوں میں صدر انجمن احمدیہ کی فرمانبرداری

ضروری ہے اور کن باتوں میں وہ آزاد حکم صدر انجمن احمدیہ سے ہے۔

باقی تمام سوالات کا جواب تو وہی کافی ہے جو کہ خود حضرت مولانا نورالدینؓ کے حکم پر حضرت مولانا محمد علیؒ نے دیا۔ جو ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ مگر سب سے اہم سوال پہلا ہے اور اپنی نوعیت کا انوکھا سوال بھی۔ یہ تو معلوم ہے کہ جو خلیفہ موجود ہے اس کے ساتھ تعلقات کیسے ہیں اور ہو سکتے ہیں۔ مگر یہ کون بتا سکتا تھا کہ آئندہ آنے والے خلفاء کے ساتھ تعلقات کیسے ہوں گے۔ یہ سوال ہی بے معنی تھا۔

ظاہر ہے آپ کے تعلقات آئندہ آنے والے خلفاء کے ساتھ آج کے لوگ کس طرح Determine کر سکتے ہیں۔ ان تمام سوالات کا جواب حضرت مولانا محمد علیؒ نے نہایت اختصار کے ساتھ یہ دیا:

✴ "انجمن کو حضرت صاحب نے خود ہی اس سلسلہ کے ہر قسم کے اموال اور جائدادوں کی حفاظت کے لیے اور سلسلہ کے کاروبار کے انتظام کے لیے مقرر فرمایا تھا۔

جو سوال کیے گئے ہیں ان سب کا جواب میری رائے میں ایک ہی ہے اور وہ یہ کہ جب تک حضرت مولوی صاحب نورالدین خلیفہ ہیں وہ سب کچھ کر سکتے ہیں۔ ان کے بعد سالہا سال تک اللہ تعالیٰ انہیں ہمارے سر پر سلامت رکھے اور ان کی عمر میں، ان کی صحت میں، ان کے علم و فضل میں بڑی بڑی برکتیں دے۔ اگر اس قوم کی خوش قسمتی سے ایسا ہی کوئی بے نفس انسان جو اپنے لیے قوم کے ایک پیسہ کو بھی حرام سمجھتا ہو اور جس کی اپنی اغراض اور خواہشات فنا ہو چکی ہوں اور جس کا ہر دم محض اعلائے کلمتہ الحق کی فکر میں گزرتا ہو اور جس نے اپنی روحانی طاقت سے ساری قوم کے دلوں کو مسخر کر لیا ہو۔ ایسا کوئی بے نفس انسان اس قوم کو خلیفہ ہونے کے لیے مل جائے تو میں نہیں سمجھتا کہ قوم کیوں اپنے ارادوں کو اس کے ماتحت کر کے نہ چلائے گی۔

میرا یقین تو یہی ہے کہ حضرت صاحب نے اس سلسلہ کے اموال کی حفاظت میں جو خدشات واقعہ ہو سکتے تھے انہی کو دور کرنے کے لیے اس کام کو ایک رجسٹرڈ انجمن کے سپرد فرمایا تھا۔ اور میں نے جو تخصیص حضرت مولوی نورالدین صاحب کے لیے کی ہے وہ بھی اسی الوصیت کی بنیاد پر ہے جس کی بنیاد پر انجمن مقرر ہوئی تھی کیونکہ میں وہاں بھی اس بے نفس انسان کا نام خصوصیت سے مذکور پاتا ہوں کہ وہ سلسلہ کے اموال کے لیے پورا امین ہے۔ سوال کرنے والا اگر دو چار دفعہ الوصیت کو اپنے موجودہ خیالات سے الگ ہو کر پڑھے تو شاید اس کی مشکلات بھی دور ہو جائیں۔"

کس قدر مدلل اور خوبصورت جواب ہے جو حضرت مولانا محمد علیؒ کے قلم سے نکلا۔ اگر انصاف سے سوچا جائے تو اس کے بعد سوالات اٹھانے کی ضرورت نہ تھی۔ مگر فتنہ پردازی کا عمل کبھی نہیں رکتا اور جن کی خواہشات آئندہ کی خلافت کے متعلق تھیں انہوں نے کہاں مطمئن ہونا تھا۔ لہٰذا میر محمد اسحاق مرحوم نے بجائے سات کے اب آٹھ سوال بھجوا دیے۔ ملاحظہ فرمائیے اور ساتھ ہی ہدایت بھی فرما دی کہ تمام سوالوں کے جواب نمبروار دیئے جائیں۔

1) یہ بات سچ ہے کہ صدر انجمن کو حضرت اقدس نے سلسلہ کی جائدادوں اس کے مالوں، اس کے مکانوں کا محافظ بنایا اور چندوں کے حساب کتاب کے لیے اسے مقرر فرمایا۔

2) میں اپنے سات سوالوں کا جواب ایک نہیں لینا چاہتا۔ اگر جواب دینا ہے تو سب کا دیا جائے۔

3) میں نے سوالوں میں صرف مولوی نورالدین صاحب کی خلافت کے متعلق استفسار نہیں کیا بلکہ تمام آئندہ آنے والے خلیفوں کے متعلق استفسار کیا ہے۔

4) یہ کہنا کہ آئندہ کا خلیفہ مولوی نورالدین صاحب جیسا پاکباز و بے نفس و نیک خلیفہ ہوا تو قوم اس کے احکام کی فرمانبرداری کرے گی۔ میرے اپنے خیال میں غیر ضروری ہے کیونکہ خدا کبھی ایسا موقع نہ لاوے کہ ساری جماعت اپنے لیے ایک خلیفہ ایسا چنے جو پاکباز اور بے نفس نہ ہو۔

5) یہ کہنا کہ چونکہ رجسٹری ہو چکی ہے اس لیے انجمن کا وجود کبھی ٹوٹ نہیں سکتا بالکل بودا خیال ہے۔ رجسٹری محض اس لیے ہوئی کہ اگر رجسٹری نہ ہوتی تو کسی وصیت کنندہ کی جائداد قانونی طور پر انجمن حاصل نہ کر سکتی تھی۔ اس لیے قانون پر عمل کرنے کے لیے ایسا کیا ورنہ کوئی ضرورت نہیں تھی۔

6) گو میں نے وصیت پڑھی اور پڑھوں گا مگر براہ مہربانی میرے سات سوالوں کا جواب نمبروار ملنا چاہیے۔

(آٹھواں سوال یہ ہے کہ آیا خلیفہ کا حکم صدر انجمن مسترد کر سکتی ہے یا نہیں)

ہمیں کیا معلوم کہ ہم کس کے ماتحت ہیں۔ ہمیں جہاں تک معلوم ہوا ہے تو وہ یہ ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد صرف ایک ہی خلیفہ ہوا اور اس کے بعد بھی ایک ہی۔ ہمیں سنت نبویہ پر عمل کرنا ہے۔ مرزا صاحب کوئی نئ شرع نہیں لائے۔ میرا مطلب یہ نہیں کہ (معاذ اللہ) مرزا صاحب نے صدر انجمن احمدیہ کا وجود غلطی سے بنایا۔ بلکہ میرا مطلب تو یہ ہے کہ ہم کس کے ماتحت ہیں اور ہمیں کس کی فرمانبرداری کرنی چاہیے۔ میرے آٹھ سوالوں کا جواب عنایت ہو"۔

جب یہ سوالات موصول ہوئے تو ایک بار پھر حضرت مولانا محمد علیؒ کو جواب دینے کا حکم صادر ہوا۔ حضرت مولانا محمد علیؒ نے تمام سوالوں کے مدلل جواب لکھے اور ساتھ ہی حضرت مولانا محمد علیؒ نے یہ بھی تجویز فرمایا چونکہ اب یہ معاملہ زیادہ سنگین ہوتا جا رہا ہے اس لیے بہتر ہے کہ ان سوالات کے جوابات انجمن خود دے۔

"یہ جواب آپ کے حکم کے موافق میں نے لکھ دیے ہیں لیکن چونکہ یہ سوال

پیدا ہو گئے ہیں بہتر ہے کہ انجمن ہی ان کا جواب دے۔''

آخر کار حضرت مولانا نورالدینؓ نے بھی وہی فیصلہ صادر فرمایا جو کہ مولانا محمد علیؒ پہلے لکھ چکے تھے کہ یہ سوالات بے وقت اور قبل از وقت ہیں ان میں پڑنا ٹھیک نہیں۔ اس لیے ان کی زندگی میں ان سوالات کو نہ اٹھایا جائے۔

ان سوالات میں اہم بات جو نظر آتی ہے اور ایک عام فہم قاری بھی اس کو سمجھ سکتا ہے وہ یہ ہے کہ اس سارے ہنگامے اور فتنہ پردازی کا مقصد آئندہ کی خلافت اور اس کے انتظام کے متعلق تھا اور اس کو اس قدر مضبوط کرنا تھا کہ ایک پڑھی لکھی اور صاحبان علم کی جماعت کو پیر پرستی اور اندھی تقلید میں جکڑ دیا جائے اور بعینہ ایسا ہی ہوا۔ جس کا آج آپ جماعت احمدیہ ربوہ کے بھائیوں کی حالت سے اندازہ لگا سکتے ہیں۔

اس دفعہ ان سوالات میں سوال نمبر 3 اہم نوعیت کا تھا کہ سوال کرنے والے کو صرف مولانا نورالدینؓ کی خلافت کے متعلق فکر نہیں تھی بلکہ ان کو اصل فکر آئندہ کے خلفاء کے متعلق تھی کہ قوم ان کے ساتھ کیسے معاملہ کرے گی۔ یعنی وہ مستقبل کا حال جاننے کی کوشش کر رہے تھے جو ان کا حق نہیں تھا اور جس کو جاننا ممکن بھی نہیں۔

چوتھا واقعہ:

سید محمد احسن امروہیؒ کی شہادت حقہ

شاید جماعت احمدیہ لاہور اور جماعت احمدیہ ربوہ کے ممبران کے لیے یہ ایک عجیب اور حیران کن بات ہو گی کہ اس اختلاف کے واقعات میں سید محمد احسنؒ کی شہادت کے کیا معنی ہیں اور اس کی کیا اہمیت ہے۔

اس لیے واضح کرتا چلوں کہ سید محمد احسن امروہیؒ وہ عظیم الشان شخصیت ہیں جن کو حضرت مرزا غلام احمد نے فرشتہ قرار دیا تھا اور دو فرشتوں میں سے ایک

فرشتہ حضرت مولانا نورالدینؓ اور دوسرے انہیں قرار دیا تھا۔ اور سلسلہ احمدیہ کے لیے ان کی بے مثال خدمات ہیں۔

اہم ترین نکتہ یہ ہے کہ سید محمد احسن امروہیؓ نے حضرت مولانا نورالدینؓ کی وفات کے بعد خود مرزا محمود احمد مرحوم کا نام خلافت کے لیے پیش کیا تھا۔ یعنی مولانا محمد احسن امروہیؓ جیسی عظیم المرتبت شخصیت نے مرزا محمود احمد مرحوم کو خلافت کے لیے نامزد کیا اور ان کی نامزدگی عوام الناس کے لیے بہت اہم تھی کہ اتنا عظیم الشان انسان ایک شخص کو خلیفہ کے لیے نامزد کرتا ہے تو پھر عام ممبران جماعت جو کہ حالات و واقعات کا گہرا ادراک نہیں رکھتے تھے وہ کیوں کر اس کی نامزدگی پر اٰمَنَّا وَ صَدَّقْنَا نہ کہتے۔

مگر میرے نزدیک مولانا محمد احسن امروہیؒ کی شخصیت اور ان کی قدر اس وقت اور بڑھ جاتی ہے جب آپ کو بہت بعد معلوم ہوتا ہے کہ آپ سے سنگین غلطی سرزد ہوگئی ہے کہ آپ نے ایک ایسے شخص کو خلیفہ کے لیے نامزد کر دیا ہے جس نے نہ صرف حضرت مرزا غلام احمدؑ کے عقائد میں تبدیلی پیدا کر دی ہے۔ بلکہ اس کے عقائد اسلام کی بنیاد کو بھی ہلا دینے والے ہیں تو آپ ایک لمحے کے لیے بھی یہ نہیں سوچتے کہ اب اگر آپ یہ اعلان کریں گے کہ آپ سے اس نامزدگی میں غلطی ہوگئی تھی تو دنیا والے کیا کہیں گے۔ لوگ آپ کو مورد الزام ٹھہرائیں گے کہ آپ نے خود ہی تو ان کو نامزد کیا تھا۔ مگر آپ اعلیٰ اخلاقی جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس کے برعکس آپ فوراً ایک اعلان بریت شائع فرماتے ہیں۔ آپ کا یہ اعلان پڑھیئے اور دیکھیئے کہ اللہ والے کس قدر جرأت اور ایمان کا مجموعہ ہوتے ہیں۔ ان کو دنیا والوں

کی کوئی پروا نہیں ہوتی۔ آپ کے اس اعلان میں اہم نکات ہیں جو کہ ساری حقیقت کھول کر رکھ دیتے ہیں۔ آپ نے تحریر فرمایا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

ضروری اعلان

ایھاالاحباب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ۔

آپ سب صاحبان کو علم ہے کہ ۱۹۱۴ء کے اوائل میں حضرت خلیفۃ المسیح مولوی نورالدین صاحب مرحوم کی وفات پر ہماری جماعت میں ایک اختلاف نمودار ہوا۔ اس وقت میں نے محض اتحاد جماعت قائم رکھنے کی خاطر یہی مناسب سمجھا کہ ہم سب لوگ صاحبزادہ محمود احمد صاحب کی بیعت کرلیں تا کہ وحدت قومی قائم رہے۔ مجھے اس وقت تک علم نہ تھا کہ صاحبزادہ صاحب کے عقائد میں کوئی فساد واقع ہو چکا ہے۔ اس لیے میں خود اس بات کا مجوز تھا کہ صاحبزادہ صاحب کو خلیفہ مقرر کیا جاوے۔ اس وقت جو کچھ اختلاف عقائد کا چرچا تھا اس کو میں نے اس وجہ سے کہ صاحبزادہ صاحب کے مضامین تشحیذ الاذہان وغیرہ میری نظر سے نہ گزرے تھے ایک معمولی امر سمجھا۔ بعد میں جب اس اختلاف نے ترقی کی اور طرفین نے ایک دوسرے کے عقائد پر روشنی ڈالی تو اس میں میری تحریروں کا حوالہ بھی دیا گیا۔ یعنی ہمارے احباب لاہور نے اس بات کو پیش کیا کہ میری تحریروں مثل ''ستہ ضروریہ'' وغیرہ میں جو بعد وفات حضرت مسیح موعود لکھی گئی تھی۔ انہی عقائد کا اظہار ہے جو وہ رکھتے ہیں۔ اس پر مجھے قادیان سے ایک خط اکمل صاحب کا آیا جس میں اس امر کی طرف توجہ دلا کر آخر پر یہ لکھا گیا تھا کہ تم اپنے عقائد کو تبدیل کرو۔ اس پر مجھے بہت فکر ہوئی کہ جب اس طرح پر مجھ جیسے لوگوں کو تبدیلی عقائد کے لیے لکھا جاتا ہے تو بیچارے عوام الناس کا کیا حال ہو گا۔ وہ تو قادیان کے اخبارات

کے رعب میں آ کر خاموش ہو جاویں گے۔ اس کے بعد قادیان کے اخباروں میں غلو کی ترقی کو دیکھ کر میں نے اندر اندر ہی اصلاح کی کوشش کی۔ مگر میرے خطوط پر کوئی توجہ نہ ہوئی۔ دوسری طرف کچھ سوالات احباب کی طرف سے بکثرت مجھ پر شروع ہو گئے اور رویائے صادقہ کے ذریعہ سے بھی مجھے ہدایت ہوئی کہ اب علی الاعلان صاحبزادہ صاحب کو سمجھانا ضروری ہے۔ چنانچہ اس پر میں نے القول الممجد نام ایک رسالہ لکھا جس میں مَیں نے دلائل سے ثابت کیا کہ صاحبزادہ صاحب کے عقائد حضرت مسیح موعود کے خلاف ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ اس پر بھی کوئی توجہ نہ ہوئی بلکہ بجائے اس کے مجھے وہی خطاب دیے گئے جو ہمیشہ ایسے وقت حق کے لیے آواز اٹھانے والوں کو دیے جاتے ہیں۔ کبھی یہ الزام لگایا کہ اس نے روپیہ لے لیا ہے۔ حالانکہ مسیح موعود کی زبان پر اللہ تعالیٰ میری نسبت شہادت دے چکا ہے۔

از برائش محمد احسن را   تارک روز گار مے بینم

یعنی مسیح موعود کی حمایت اور تائید اور تصدیق کے لیے محمد احسن کو میں دیکھتا ہوں کہ وہ اپنے ذریعہ معاش پر بھی لات مار دے گا۔ یہ میں محض تحدیث بالنعمتہ کے طور پر اور اس جھوٹے الزام کی وجہ سے یاد دلاتا ہوں جو مجھ پر کیا گیا۔ پھر میری نسبت یہ مشہور کیا گیا کہ میرے حواس ٹھیک نہیں رہے اور اب تک چار پانچ ماہ سے میر ناصر نواب صاحب اسی خیال کو مختلف جماعتوں میں پھیلا رہے ہیں۔ **ان باتوں کو میں محض اس لیے ذکر کرتا ہوں کہ میری نصیحت کا اثر صاحبزادہ صاحب پر کچھ نہ ہوا اور نہ صرف خود میری کتاب کی طرف توجہ نہ کی بلکہ جماعت کو بھی مختلف ذرائع سے اس کتاب کو پڑھنے سے روکا گیا۔** اب میں اپنی طرف سے اتمام حجت کر چکا چونکہ حضرت مسیح موعود اپنے زمانہ میں بھی حسب شہادت الہام الٰہی

از برائش محمد احسن را   تارک روز گار مے بینم

اپنی تائید اور تصدیق کے لیے مجھے امر فرماتے رہے اور **میں ڈرتا ہوں کہ اپنے**

سامنے حضرت کے خلاف عقائد کی تعلیم دیکھ کر خاموش رہوں جس میں اسلام کے اندر ایک فتنہ عظیم پیدا ہوتا ہے۔ تو میں اللہ تعالیٰ کے ہاں کیا جواب دوں گا۔ اور حدیث میں ہے "اَلسَّاکِتُ عَنِ الحَقِّ شَیطَانُ اَخرَسُ" اور میں اس بات سے بھی ڈرتا ہوں کہ میری خاموشی کی وجہ سے دوسرے گمراہ نہ ہوں۔ پس محض اللہ تعالیٰ کی رضا کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ اعلان کرتا ہوں کہ صاحبزادہ بشیر الدین محمود صاحب بوجہ اپنے عقائد فاسدہ پر مصر ہونے کے میرے نزدیک ہر گز اب اس بات کے اہل نہیں کہ وہ حضرت مسیح موعود کی جماعت کے خلیفہ یا امیر ہوں اور اس لیے میں اس خلافت سے جو محض ارادی ہے سیاسی نہیں صاحبزادہ صاحب کا عزل کر کر عند اللہ و عند الناس اس ذمہ داری سے بری ہوتا ہوں جو میرے سر پر تھی اور بحکم " لاَ طَاعَۃَ لِمَخْلُوقٍ فِی مَعْصِیَۃِ الْخَالِقِ" اور حسب ارشاد الٰہی "قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ" اپنی بریت کا اعلان کرتا ہوں اور جماعت احمدیہ کو یہ اطلاع پہنچا دیتا ہوں کہ صاحبزادہ صاحب کے یہ عقائد کہ (۱) سب اہل قبلہ کافر اور خارج از اسلام ہیں۔ (۲) حضرت مسیح موعود کامل حقیقی نبی ہیں۔ جزوی نبی یعنی محدث نہیں۔ (۳) اسمہ احمد کی پیشگوئی جناب مرزا صاحب ہی کے لیے ہے اور محمد رسول اللہ ﷺ کے واسطے نہیں اور اس کو ایمانیات سے قرار دینا ایسے عقائد اسلام میں موجب ایک خطرناک فتنے کے ہیں جس کے دور کرنے کے لیے کھڑا ہو جانا ہر ایک احمدی کا فرض اولین ہے۔ یہ اختلاف عقائد معمولی اختلاف نہیں بلکہ اسلام کے پاک اصول پر حملہ ہے اور مسیح موعود کی تعلیم کو بھی ترک کر دینا ہے۔ میں یہ بھی اپنے احباب کو اطلاع دیتا ہوں کہ ان عقائد کے باطل ہونے پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقرر کردہ معتمدین کی بھی کثرت رائے ہے یعنی اب جو بارہ ممبر حضرت کے مقرر کردہ زندہ ہیں ان میں سے سات ممبر علی الاعلان ان عقائد سے بیزاری کا اظہار کر چکے ہیں اور باقی پانچ میں بھی اغلب ہے کہ

ایک صاحب ان عقائد میں صاحبزادہ صاحب کے ساتھ شامل نہیں۔ یہ امر تحدیث بالنعمتہ کے طور پر لکھا گیا ورنہ احباب لاہور میں سے اگر کوئی بھی میرا شریک نہ ہو تو مجھے پرواہ نہیں۔ "رَبِّ لَا تَذَرْنِي فَرْدًا وَأَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِينَ" مجھ کو دعا سکھائی گئی اور علاوہ اس فساد دین کے دنیوی طور پر بھی فساد انتظامات خلافت میں واقع ہو چکا ہے جس کی یہاں تفصیل کی ضرورت نہیں اس لیے میں یہ اعلان کر کے بری الذمہ ہوتا ہوں۔ وَأُفَوِّضُ أَمْرِي إِلَى اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ۔

لاہور۔ ۲۴۔ دسمبر ۱۹۱۶ء

سید محمد احسن امروہی عفی اللہ عنہ
بقلم خود

اس خط کے اہم نکات یہ ہیں:

- اوائل ۱۹۱۴ء میں آپ نے صرف اس بنا پر مرزا محمود احمد مرحوم کا نام خلیفہ کے لیے نامزد کیا تا کہ اتحاد قائم رہے کیونکہ آپ کو یہ علم نہ تھا کہ مرزا محمود احمد مرحوم کے عقائد میں فساد واقع ہو چکا ہے۔
- اہم ترین نکتہ یہ ہے کہ جب جماعت احمدیہ لاہور نے آپ کی تحریرات اس بات کے ثبوت کے طور پر پیش کیں کہ آپ کے عقائد بھی وہی ہیں جو جماعت احمدیہ لاہور کے احباب کے ہیں تو آپ کو قادیان سے حکم نامہ ملا کہ تم اپنے عقائد تبدیل کرو۔ میرے خیال میں صرف یہ ایک فقرہ ہی ساری صورتحال سمجھانے کے لیے کافی ہے۔
- ایک عمدہ مصلح کی طرح اول آپ نے خاموشی سے اصلاح کی کوشش کی اور مرزا محمود احمد مرحوم اور ان کے احباب کو سمجھانے کی کوشش کی کہ وہ اپنے عقائد کی اصلاح کریں اور بعد ازاں علی الاعلان ان کو سمجھایا مگر سب بے سود۔
- بجائے اصلاح کرنے کے آپ پر طرح طرح کے الزام لگائے گئے۔

❖ آخر کار آپ نے نہایت جرأت، صداقت، شرافت اور تقویٰ کے اعلیٰ ترین معیار کو سامنے رکھتے ہوئے اعلان کیا کہ چونکہ آپ نے مرزا محمود احمد مرحوم کو خلیفہ کے لیے نامزد کیا تھا اس لیے آپ ان کو اس منصب سے معزول کرتے ہیں۔

❖ آپ کے نزدیک یہ اختلاف عقائد معمولی اختلاف نہیں بلکہ اسلام کے پاک اصول پر حملہ ہے۔ یعنی یہ نہایت اہم ترین نکتہ ہے کہ مرزا محمود احمد مرحوم کے عقائد اسلام کے اصولوں پر حملہ کے مترادف ہے اور یہی صدائے بازگشت جماعت احمدیہ لاہور اور اس کے اکابرین اٹھاتے رہے اور اٹھاتے رہیں گے۔

مجھے یقین ہے کہ اہل حق اور اہل علم احباب کے لیے یہ خط ساری صورتحال واضح کر دینے کے لیے کافی ہے۔ اس خط کو غور سے پڑھنے والے پر حق کھل کر واضح ہو جائے گا۔

میرا کام تو محض حق کو پہنچا دینا ہے۔ قبول کرنا یا انکار کرنا ہر شخص کا ذاتی حق ہے اور سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی حق کا راستہ نہیں دکھا سکتا۔

a b

باب ہفتم

مصلح موعود
کا
مصداق کون؟
ایک مغالطہ

تمام دنیاوی اور روحانی سلسلوں اور دنیاوی مناصب میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ کسی بھی منصب کی اہلیت کی شرط نہ تو وراثت ہوتی ہے اور نہ ہی حقیقی ذریت کا اس سے تعلق ہوتا ہے۔ کسی بھی منصب کے لیے اہلیت یہ نہیں کہ کوئی انسان کسی بڑے انسان کا بیٹا ہے۔ اس کی واضح مثال قرآن کریم میں جلیل القدر نبی حضرت نوحؑ کی ہے۔ آپ کو خدا تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے کہ تیری ذریت کو اس طوفان سے بچاؤں گا مگر ان کا بیٹا جب اپنی نافرمانی کے باعث غرق ہو جاتا ہے تو خدا تعالیٰ ایک عظیم الشان قانون بیان فرماتا ہے ''إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ'' (ھود۔۴۶) یہ تیرے اہل میں سے نہیں ہے۔ یعنی ایک نبی اللہ کا بیٹا اس لیے نہیں بچایا جائے گا کہ وہ ایک عظیم الشان نبی کی ذریت ہے بلکہ اپنی نافرمانی اور نااہلی کی وجہ سے نہ صرف تباہ ہو جاتا ہے بلکہ ایک عظیم الشان خدا کے نبی کی ذریت ہونے کا شرف بھی کھو بیٹھتا ہے۔ اس لیے یہ نکتہ تمام اہل حق کو ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ کسی بھی منصب کا تعلق محض کسی شخص کے حسب و نسب یا خاندانی جاہ و جلال یا اس کی ظاہری شان و شوکت سے نہیں ہوتا۔

اسلام وہ واحد دین ہے جس نے دنیاوی اور دینی دونوں صورتوں میں خاندانی حسب و نسب اور دوسرے تمام تفرقات کو مٹا ڈالا ہے۔ اسلام اور قرآن کا معیار تو صرف اللہ اس کے رسول کی پیروی اور تقویٰ قلوب ہے۔

اب میں اصل موضوع کی طرف آتا ہوں۔ 1886ء میں حضرت مرزا غلام احمدؒ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک عظیم الشان لڑکے کی بشارت دی گئی جو اپنی ظاہری اور باطنی دنیوی اور روحانی شان و شوکت میں عظیم الشان مرتبہ کا ہونے والا تھا۔ 20 فروری 1886ء میں آپ نے ایک اشتہار کے ذریعہ اس پیشگوئی کا اعلان فرمایا۔ اس بیٹے کا ایک نشان یہ بتایا گیا کہ وہ تین کو چار کرنے والا ہو گا۔ چنانچہ اسی

سال اس حمل سے ایک لڑکی عصمت پیدا ہوئیں اور مخالفین نے اس پر واویلا مچانا شروع کر دیا کہ پیشگوئی تو لڑکے کی تھی۔ حضرت صاحب نے اعلان فرمایا میں نے یہ نہیں کہا تھا کہ وہ لڑکا اسی حمل سے پیدا ہو گا۔ آخر کار یہ لڑکی ۱۸۹۱ء میں فوت ہو گئی۔

بشیر اوّل:

7۔ اگست 1887ء کو آپ کے بیٹے بشیر احمد اول پیدا ہوئے۔ حضرت مرزا صاحب نے اعلان بعنوان خوش خبری شائع فرمایا اور اپنے اجتہاد سے یہ خیال کیا کہ غالباً یہی وہ لڑکا ہے جس کا وعدہ دیا گیا ہے۔ مگر خدا کی مصلحت اور تھی اور آپ کا یہ بیٹا بھی 14 نومبر 1888ء کو فوت ہو گیا۔ اور اس طرح یہ ظاہر ہو گیا کہ آپ کا یہ اجتہاد صحیح نہیں تھا۔ اس بیٹے کی وفات پر بھی ایک طوفان مخالفت کھڑا کیا گیا مگر آپ نے صبر و استقامت سے اس صورتحال کا سامنا کیا اور اس سے ثابت ہوا کہ آپ کی اس اجتہادی غلطی سے جو ابتلا آیا وہ مشیت ایزدی تھی اور ساتھ یہ بھی واضح ہو گیا کہ اس پیشگوئی کے اصل مصداق کا سوائے خدا کے کسی کو علم نہیں۔

بشیر احمد اول کی وفات پر آپ نے ایک تحریر فرمائی:

"خدا تعالیٰ نے اس عاجز پر ظاہر کیا ہے ایک دوسرا بشیر تمہیں دیا جائے گا جس کا نام محمود بھی ہے۔ وہ اپنے کاموں میں اولوالعزم ہو گا یخلق اللہ مایشاء۔"

مگر اہم ترین بات یہ ہے کہ آپ نے اس پیشگوئی کو اپنے دوسرے بیٹے مرزا محمود احمد مرحوم پر کبھی چسپاں نہیں کیا بلکہ ان کی ولادت پر جو 1889ء میں صاف طور پر اعلان فرمایا:

"اس لڑکے کا نام محض تفاؤل کے طور پر بشیر اور محمود بھی رکھا گیا اور کامل انکشاف کے بعد پھر اطلاع دی جاوے گی۔ مگر ابھی تک مجھ پر نہیں کھلا کہ یہی لڑکا

مصلح موعود اور عمر پانے والا ہے یا وہ کوئی اور ہے۔"

اس کے بعد حضرت مرزا غلام احمدؒ نے کہیں بھی یہ نہیں لکھا کہ خدا نے ان کو یہ الہاماً بتایا ہے کہ یہی وہ لڑکا ہے بلکہ اس کے برعکس آپ نے اپنی کتاب حجۃ اللہ میں جو 1894ء (اس وقت مرزا محمود احمد مرحوم تقریباً 5 سال کے تھے۔ ناقل) میں شائع ہوئی لکھتے ہیں:

"ہاں اگر اس پیشگوئی میں کوئی ایسا الہام میں نے لکھا ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ الہام نے اسی کو موعود لڑکا قرار دیا تھا تو کیوں وہ الہام پیش نہیں کیا جاتا۔ پس جب کہ تم الہام کے پیش کرنے سے عاجز ہو تو کیا یہ لعنت تم پر ہے یا کسی اور پر ۔۔۔۔ اور بالفرض اگر میری یہی مراد ہوتی تو میرا کہنا اور خدا کا کہنا ایک نہیں۔ میں ایک انسان ہوں ممکن ہے کہ اجتہاد سے ایک بات کہوں اور وہ صحیح نہ ہو۔ پھر میں پوچھتا ہوں کہ وہ خدا کا الہام کون سا ہے کہ میں نے ظاہر کیا تھا کہ پہلے حمل میں ہی لڑکا پیدا ہو جائے گا یا جو دوسرے میں پیدا ہو گا وہ درحقیقت وہی موعود لڑکا ہو گا اور وہ الہام پورا نہ ہوا۔ اگر ایسا الہام میرا تمہارے پاس موجود ہے تو تم پر لعنت ہے اگر وہ الہام شائع نہ کرو۔" (1)

"بے شک مجھے الہام ہوا تھا کہ موعود لڑکے سے قومیں برکت پائیں گی۔ مگر ان اشتہارات میں کوئی ایسا الٰہی الہام نہیں جس نے کسی لڑکے کی تخصیص کی ہو کہ یہی موعود ہے۔ اگر ہے تو لعنت ہے تجھ پر اگر تو وہ الہام پیش نہ کرے۔"

ان حوالہ جات سے یہ تو بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ آپ نے مرزا محمود احمد مرحوم کو کبھی بھی اپنی اس پیشگوئی کا مصداق قرار نہیں دیا اور ان کے بارے میں کوئی اعلان، کوئی تحریر شائع نہیں کی۔

اس سے بھی اہم ترین نکتہ یہ ہے کہ آپ نے جس بیٹے کو الہاماً اس پیشگوئی کا

1- حجۃ اللہ، صفحہ ۱۰

مصداق قرار دیا تھا وہ مرزا مبارک احمد مرحوم تھے۔

آپ کے تین بیٹے مرزا محمود احمد مرحوم، مرزا بشیر احمد مرحوم اور مرزا شریف احمد مرحوم پیدا ہو چکے تھے اور زندہ موجود تھے۔ آپ نے اپنی کتاب انجام آتھم جو 1897ء میں شائع ہوئی اس کے صفحہ 182 پر فرماتے ہیں:

"وان اللّٰہ بشرنی فی ابنائی بشارۃ بعد بشارۃ حتی بلغ عددھم الی ثلثۃ۔ انبانی بھم قبل وجودھم بالالھام۔ فاشعت ھذا الانبا قبل ظھورھا فی الخواص والعوام و انتم تتلون تلک الاشتھارات ثم تمرون بھا غافلین من التعصبات و بشرنی ربی برابع برحمتہ و قال انہ یجعل الثلثلۃ اربعۃ"۔

"اللہ تعالیٰ نے میرے بیٹوں کے متعلق خوشخبری پر خوشخبری دی یہاں تک کہ ان کا عدد تین تک پہنچ گیا اور ان کے وجود سے پہلے الہام کے ساتھ ان کی خوشخبری دی۔ سو میں نے ان خبروں کو ان کے پیدا ہونے سے پہلے خاص و عام میں شائع کیا۔ اور تم ان اشتہاروں کو پڑھتے ہو پھر تعصب کی وجہ سے ان کی پروا نہیں کرتے اور میرے رب نے اپنی رحمت سے مجھے چوتھے کی خوشخبری دی ہے اور فرمایا ہے کہ وہ تین کو چار کرنے والا ہو گا۔"

1899ء میں مرزا مبارک احمد مرحوم کی پیدائش پر آپ نے اپنی کتاب تریاق القلوب میں تحریر فرمایا اور حتمی فیصلہ کر دیا کہ:

"یہ پیشگوئی تین کو چار کرنے والے کی جو پہلے 20 فروری 1886ء کے اشتہار میں شائع ہوئی اور بعد میں تین لڑکوں یعنی محمود، بشیر اور شریف کے پیدا ہو جانے کے بعد انجام آتھم اور ضمیمہ میں خدا نے پھر اطلاع دی کہ وہ تین کو چار کرنے والا یعنی مصلح موعود اب آئے گا۔"

یعنی یہاں آپ صراحت سے تحریر فرما رہے ہیں کہ وہ لڑکا نہ تو مرزا محمود احمد

ہیں اور نہ ہی مرزا شریف احمد اور نہ ہی مرزا بشیر احمد بلکہ آپ الہاماً اگر کسی کو اس پیشگوئی کا مصداق قرار دیتے ہیں تو وہ مرزا مبارک احمد مرحوم ہیں اور ان پر اس پیشگوئی کا ظاہری حصہ پورا ہو جاتا ہے کہ وہ تین کو چار کرنے والا ہو گا۔ مرزا مبارک احمد مرحوم آپ کے چھوٹے بیٹے تھے۔

مگر مرزا مبارک احمد بھی فوت ہو گئے تو اس پر آپ نے اپنے اشتہار 5 نومبر 1907ء میں تحریر فرمایا:

''جب مبارک احمد فوت ہوا ساتھ ہی خدائے تعالیٰ نے یہ الہام کیا اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ يَنْزِلُ مَنْزَلَ الْمُبَارَكِ۔ یعنی ایک حلیم لڑکے کی ہم تجھے خوش خبری دیتے ہیں جو بمنزلہ مبارک احمد کے ہو گا اور اس کا قائم مقام اور شبیہ ہو گا۔''

میں اس پیشگوئی کی وضاحت اور اس کے باقی حصوں کی طرف نہیں جانا چاہتا کہ وہ میرے موضوع سے متعلق نہیں ہے۔ تاہم مجھے یقین ہے کہ میرے جماعت احمدیہ ربوہ کے بھائیوں کا یہ مغالطہ دور ہو جائے گا کہ ان کو یہ دھوکا دیا جاتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے مرزا محمود احمد مرحوم کے متعلق یہ پیشگوئی کی تھی اور یہ کہ اس کا مصداق وہی ہیں۔ حضرت مرزا صاحب نے تو اس پیشگوئی کا مصداق انہیں ہرگز قرار نہیں دیا۔ اگر کہیں وہ تحریر ہے تو پیش فرمائیے۔ وگرنہ اصلاح کا وقت ہر لمحے موجود ہوتا ہے اور اصلاح کر لینے میں ہی عافیت ہے۔

آخر میں تمام اہل رائے، اہل علم صاحبان فکر و دانش سے درخواست کرتا ہوں خدارا حقیقت کو جانیے اور قرآن کی اس تعلیم پر عمل کیجیے۔ وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ یعنی حق کو باطل کے ساتھ نہ ملاؤ۔ یہی کامیابی کی راہ اور کامیابی کا راستہ ہے۔

یہاں ایک اہم سوال یہ اٹھتا ہے کہ آیا کیا کسی بھی نبی یا ولی کے اصل وارث اس کے بیٹے ہوتے ہیں یا کہ اس کی روحانی جماعت؟ تو اس سلسلہ میں عرض ہے کہ

روحانی سلسلوں میں جس چیز کو سب سے اہم سمجھا جاتا ہے اور سمجھا جانا چاہیے وہ ہے تقویٰ اور اخلاص۔ جو لوگ ان صفات سے متصف ہوتے ہیں وہ ہی اس سلسلے کے چلانے کے اہل ہوتے ہیں اور ان کا درجہ روحانی بیٹوں کا سا ہوتا ہے۔ حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں:

"۔۔۔ پس توبہ کرو کہ دن نزدیک ہیں اور اس بارے میں جو عربی میں مجھے وحی الٰہی ہوئی اس جگہ میں اس کو معہ ترجمہ لکھ کر اس اشتہار کو ختم کرتا ہوں اور وہ یہ ہے:

بخور آنچہ ترا بخور انم لَكِ دَرَجَةٌ فِي السَّمَاءِ وَ فِي الَّذِيْنَ هُمْ يَبصُرُونَ۔ نَزَلتَ لَكَ۔ لَكَ نُرَی اٰیاتٍ وَ نَهدِم یَا یَعمُرُونَ۔ قُل عِندِی شَهادَةٌ مِّنَ اللّٰهَ فَهل اَنْتُم مُومَنُونَ۔ كَفَفتُ عَن بَنِي اِسرَائِيلَ۔ اِنَّ فِرعَونَ وَ هامَانَ وَ جُنُودَهمَا كَانُو خَاطِئِينَ۔ اِنِّي مَعَ الاَفوَاجِ اِتيكَ بَغتَةً۔

یعنی جو کچھ میں تجھے کھلاتا ہوں وہ کھا۔ تیرا آسمان پر ایک درجہ ہے اور نیز ان میں درجہ ہے جو آنکھیں رکھتے ہیں اور دیکھتے ہیں۔ اور میں تیرے لیے زمین پر اتروں گا تا اپنے نشان دکھلاؤں۔ ہم تیرے لیے زلزلہ کا نشان دکھلائیں گے۔ اور وہ عمارتیں جن کو غافل انسان بناتے ہیں یا آئندہ بنائیں گے گرادیں گے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک زلزلہ نہیں بلکہ کئی زلزلے ہوں گے جو عمارتوں کو وقتاً فوقتاً گرائیں گے۔ **اور پھر فرمایا میں تیری جماعت کے لوگوں کو جو مخلص ہیں اور بیٹوں کا حکم رکھتے ہیں بچاؤں گا۔** اس وحی میں خدا تعالیٰ نے مجھے اسرائیل قرار دیا اور **مخلص لوگوں کو میرے بیٹے۔** اس طرح پر وہ بنی اسرائیل ٹھہرے۔" [1]

آپ چاروں خلفائے راشدین کی مثال لے لیں کہ کہیں بھی اولاد یا ذریت کا

1- اشتہار الندا من وحی السماء

تصور نظر نہیں آتا۔ اسی طرح ہمارے جماعت ربوہ کے بھائی اکثر یہ ایک بے معنی دلیل بھی دے رہے ہوتے ہیں کہ مرزا محمود احمد مرحوم چونکہ حضرت مرزا صاحب کے بیٹے تھے اس لیے کیسے غلطی کر سکتے تھے مجھے یقین ہے کہ حضرت مرزا صاحب کے اس حوالے کو پڑھ کر میرے بھائی ٹھنڈے دل سے غور فرمائیں گے کہ جماعت کے مخلص لوگ بیٹوں کا حکم رکھتے ہیں۔ حقیقی بیٹے دنیاوی جائیدادوں کے وارث ہوتے ہیں مگر مخلص اور متقی لوگ روحانی وراثت کے اہل ہوتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی کتاب آئینہ کمالات اسلام کے عربی حصے التبلیغ میں فرماتے ہیں:

الحمد لله الذی جعل العلماء الروحانین المحدثین ورثة النبین وادبهم فاحسن تعلیمهم و ازال کدوراتهم کلها	اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے جس نے روحانی علماء اور محدثین کو انبیاء کا وارث بنایا ہے اور ان کو ادب سکھایا اچھا ادب۔ ان کی تمام کدورتیں دور کیں اور انہیں صاف پانی کی مانند بنایا۔

اب یہاں غور طلب مقام ہے کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب فرماتے ہیں کہ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے جس نے روحانی علماء اور محدثین کو انبیاء کا وارث بنایا یعنی روحانیت جسمانی وراثت کی نہ تو محتاج ہے اور نہ ہی اس کی ضرورت ہے۔ انبیاء کا ورثہ ان کی روحانیت ہے اور اس کا تعلق نہ تو ذریت سے ہے اور نہ ہی کسی خاندانی سلسلے سے۔

اب میں قارئین کی دلچسپی کے لیے حضرت مرزا غلام احمد کا ایک حوالہ پیش کرتا ہوں کہ کس طرح اس عظیم روحانی شخصیت کو خدا تعالیٰ نے ان کے خاندان کے بگاڑ، فسادات اور عناد کے بارے میں بتا دیا تھا۔ آپ اپنی کتاب انجام آتھم میں فرماتے ہیں:

وما قلت الا بعد ما انبئت من ربی و ان عشیرتی سیرجعون مرة اخری الی الفساد و یتزائدون فی الخبث والعناد۔ فینزل یومئذ الا مرالمقدر من رب العباد لاراد لما قضیٰ۔ ولا مانع لما اعطی۔ و انی اراھم انھم قد مالوا الی سیرھم الاولی۔ و قست قلوبھم کما ھی عادة النوکی۔ و نسوا ایام الفزع و عادوا الی التکذیب والطغویٰ۔ فسینزل امراللہ اذا ریٰ انھم یتزائدون ۔ وماکان اللہ ان یعذب قوما و ھم یخافون۔

ترجمہ: ومن نگفتم الا بعد زانکہ از رب خود خبر دادہ شدم۔ و بہ تحقیق قبیلہ من عنقریب بار دوم سوئے فساد رجوع خواہند کرد۔ در خبث و عناد تقری خواہند نمود۔ پس آن روز امر مقدر از خدا تعالیٰ نازل خواہد شد۔ ہیچکس قضاء اور ارد نتواند کرد۔ و عطائے اور امع نتواند نمود۔ و من می بینم کہ اوشان سوئے عادتہائے پیش میل کردہ اند۔ و دلہائے شان سخت شد۔ چنانکہ حاوت جاہلان است۔ و ایام خوف را فراموش کردندس سوئے زیادتی و تکذیب عود نمودند۔ پس عنقریب امر خدا بر ایشاں نازل خواہد شد چوں خواہد دید کہ ایشان در غلو خود زیادت کردند۔ و خدا قومے را عذاب نمی کند چون می بیند کہ ایشان می ترسند۔

اردو ترجمہ: ”میں نے یہ نہیں کہا مگر اس کے بعد کہ میرے رب نے مجھے خبر دی ہے کہ میرا کنبہ ایک دفعہ پھر فساد کی طرف لوٹ جائے گا اور وہ خباثت اور عناد میں بڑھ جائے گا۔ پس اسی دن رب العباد اپنا فیصلہ جو اس نے مقدر کیا ہے اس کو صادر فرمائے گا۔ اس کی عطا کو کوئی نہیں روک سکتا۔ اور میں دیکھتا ہوں کہ وہ اپنی پہلی خصلتوں کی طرف مائل ہو گئے ہیں اور ان کے دل سخت ہو گئے ہیں جیسے جاہلوں کی عادت ہے۔ انہوں نے خوف خدا کے ایام کو فراموش کر دیا اور وہ تکذیب اور زیادتی میں بڑھ گئے۔ پس اللہ اس وقت اپنا امر نازل کرے گا جب وہ دیکھے گا کہ وہ

غلو میں بڑھ گئے اور اللہ ایسا نہیں کہ وہ کسی قوم کو عذاب دے جب کہ وہ اس سے ڈرنے والی ہو۔‘‘

میرے خیال میں تو حضرت مرزا صاحب کے یہ الفاظ اس قدر واضح اور صاف ہیں کہ ان کی تشریح کی ضرورت ہی نہیں۔ مگر چند اہم نکات کو بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں کہ میرا خاندان یا میرا قبیلہ عنقریب فساد کی طرف رجوع کرے گا اور جب وہ فساد کرے گا تو پھر رب العباد کی طرف سے بھی مقدور امر ہو کر رہے گا۔ ایسا ہی ہوا جب آپ کے خاندان نے تکفیر بازی کا فساد کھڑا کیا اور حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے دعویٰ میں غلو کیا تو پھر اس کا خوفناک نتیجہ سامنے آ گیا۔

میں جماعت ربوہ کے بھائیوں سے درخواست کرتا ہوں کہ حضرت صاحب کو حکم و عدل مانتے ہوئے ان کے فیصلے کے سامنے سر تسلیم خم کر دیں کیونکہ اسی میں خیر ہے۔ اس حوالہ کو غور سے پڑھیں اور بار بار پڑھیں اور پھر دل میں سوچیں کہ حق کیا ہے۔

ایک اور شبہ اور ابہام جو پایا جاتا ہے جس کا دور کرنا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے اپنی کتابوں میں اور مختلف اوقات میں اپنی اولاد کے لیے دعاؤں کا ذکر کیا ہے اور آپ نے اپنی اولاد کے لیے دعائیہ کلمات لکھے ہیں تو کیا وہ پورے نہیں ہوئے۔

تو اس سلسلے میں عرض ہے کہ ہر والد اپنی اولاد کے لیے دن رات دعائیں مانگتا ہے۔ کیا رسول کریم ﷺ نے اپنے بیٹے ابراہیم کی زندگی کے لیے دعائیں نہیں مانگیں ہوں گی؟ کیا نوحؑ اور لوطؑ نے اپنے خاندان کے لیے دعائیں نہیں کیں تھیں؟ یقیناً کی تھیں مگر خدا تعالیٰ اپنی منشا اور اپنے مرضی کے مطابق احکامات صادر فرماتا اور دعاؤں کو قبولیت بخشتا ہے۔ اس لیے یہ بات سامنے رکھنی چاہیے کہ مذہب،

جماعتیں اور تحریکیں حقائق، اصولوں اور قوانین کے مطابق چلتی ہیں نہ کہ چند الفاظ کی بنا پر۔

اپیل:

میری جماعت ربوہ کے بھائیوں، علماء کرام اور تمام منصف مزاج، عدل و انصاف پر یقین رکھنے والے ہر ذی حق پرست انسان سے درخواست ہے کہ خدارا! دلوں سے کدورتیں نکال دیں، تعصب کے چشمے اتار دیں، قرآن کی طرف رجوع کریں اور اللہ کے آخری رسول نبی کریم محمد رسول اللہ ﷺ کی تعلیم کے مطابق فیصلہ کیجیے اور قرآن کے مطابق ﴿وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ﴾ حق کو باطل کے ساتھ مت ملایئے۔ آپ اپنے انداز فکر میں تبدیلی پیدا کرنے کی کوشش کریں تو حق آشکارا ہو جائے گا۔

میں یہ قطعاً نہیں سمجھتا کہ جماعت احمدیہ لاہور کے افراد، اس کے ممبران کوئی غلطی نہیں کر سکتے۔ ہم سب انسان ہیں، ہماری فہم و فراست میں خطا کی گنجائش ہر وقت موجود ہے اور خطا کرنا انسان کی فطرت کے عین مطابق ہے۔ لیکن خطا کر کے، غلطی کر کے، گناہ سرزد ہو جانے کے بعد توبہ کرنا، خدا کی طرف رجوع کرنا اور اس سے معافی مانگنا یہ بشریت کی معراج ہے اور یہی مقصود ہے۔ اسی سے قومیں او رملتیں ترقی کرتی ہیں۔ غلطیوں سے سبق سیکھنا اور ان کی تلافی کرنا خیر و برکت کا باعث ہوتا ہے۔

آپ سے جس قسم کی غلطی سرزد ہوئی ہے اس کی تلافی کریں اور حق کو جان لیں۔ سجدہ سہو کر لیں کہ یہی فوز عظیم ہے۔ جس نے غلو کیا وہ غلو کی اصلاح کر لے اور جنہوں نے حق کو جھٹلایا وہ اس سے باز آجائیں یہی کامیابی کا واحد راستہ ہے۔

جماعت ربوہ کے بھائیوں سے میری دلی درخواست ہے کہ آپ ضرور خلافت کی برکات سے مستفید ہوں۔ اپنی جماعت کی ترقی کے لیے ضرور کام کریں۔ مگر اپنے غالیانہ عقائد سے رجوع کرلیں۔ آپ کے پاس بہترین تنظیم ہے مگر بدترین عقائد ہیں۔ حضرت مرزا غلام احمدؑ کی اس نصیحت کو سامنے رکھیں جو انہوں نے ملکہ برطانیہ کو کی تھی کہ اے ملکہ برطانیہ!! تیری تنظیم، تیری حکومت، تیرے انتظام حکومت کا کوئی ثانی نہیں مگر تمہارا عقیدہ مردہ عقیدہ اور تمہارا خدا ایک عاجز انسان تھا۔

یہی درخواست میری آپ سے ہے کہ جماعت ربوہ کے پاس بھی جماعت اور تنظیم اور انتظام بہت عمدہ ہے مگر صرف اور صرف عقائد کی اصلاح کی ضرورت ہے اور اس اصلاح سے آپ کی وقعت کم نہیں ہوگی بلکہ آپ کی عظمت اور شان پہلے سے بڑھ جائے گی۔ فیصلہ آپ نے کرنا ہے میں تو صرف اس پر ختم کرتا ہوں کہ

﴿وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ﴾

A b

مراجعات

نام کتاب	مصنف
التبلیغ	حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ
آئینہ کمالات اسلام	حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ
ایک غلطی کا ازالہ	حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ
لجۃ النور	حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ
الاستفتاء	حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ
الوصیت	حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ
حجۃ اللہ	حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ
حقیقۃ الوحی	حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ
تریاق القلوب	حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ
تحفہ گولڑویہ	حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ
ازالہ اوہام	حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ
توضیح مرام	حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ
حمامۃ البشریٰ	حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ
نشانِ آسمانی	حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ
مجموعہ اشتہارات	حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ
ضمیمہ براہین احمدیہ	حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ
انجام آتھم	حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ
اشتہار الندا من وحی السماء	حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ
	حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ
	حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ

مصنف	نام کتاب
حضرت مولانا محمد علیؒ	النبوۃ فی الاسلام
حضرت مولانا محمد علیؒ	ردّ تکفیر اہل قبلہ
حضرت مولانا محمد علیؒ	حقیقت اختلاف
حضرت مولانا نورالدینؒ	خطبات نور
ڈاکٹر بشارت احمدؒ	مجدد اعظم
(اخبارات)	اخبار بدر، اخبار الحکم
	منیر کمیشن رپورٹ
مرزا محمود احمد مرحوم	مسلمان وہ ہے جو سب ماموروں کو مانے
(مجموعہ کتب مرزا محمود احمد)	انوار العلوم جلد 1
مرزا محمود احمد مرحوم	آئینہ صداقت اسلام
مرزا محمود احمد مرحوم	انوارِ خلافت
مرزا محمود احمد مرحوم	حقیقت النبوۃ
مرزا محمود احمد مرحوم	تفسیر صغیر
مرزا محمود احمد مرحوم	رسالہ اظہار حقیقت
	رسالہ تشحیذ الاذہان
حافظ شیر محمد خوشابی مرحوم	لا نبی بعدی
الشیخ سید محمد مکی بن اسید مصطفی	سیف الربانی
اردو ترجمہ طبقات الکبریٰ، مترجم سید عبدالغنی وارثی	طبقات الاولیاء
مترجم عبدالجبار	مقدمہ تمہید صراط مستقیم

A Man of God, by Iain Adamson.
Ahmadiyya Muslim Mosques Around the World.